يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ سورہ توبہ آیت ۷۴

(ترجمہ) یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں انھوں نے نہیں کہا بے شک یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

مُعیدِ الایمان

("بریلوی چونہ بنیس" کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

تالیف لطیف

پروفیسر خادم حسین قریشی مجدّدی

باہتمام

شاہ انجم بخاری

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدرآباد

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (سورہ توبہ آیت ۷۴)

(ترجمہ) یہ اللہ کی قسمیں کھاکر کہتے ہیں انھوں نے نہیں کہا بے شک یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

مُعید الایمان

(”بریلوی چوں بنیس“ کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

تالیف لطیف

پروفیسر خادم حسین قریشی مجدّدی

باہتمام

شاہ انجم بخاری

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدر آباد

نام کتاب : معید الایمان ("بریلوی چو نہ بنیس" کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

مؤلف : پروفیسر خادم حسین قریشی مجددی

باہتمام : شاہ انجم بخاری

ناشر : مجلس شیخ عبد الحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدر آباد، سندھ۔

پتا : (رابطہ) ۵۵۶۔امانی شاہ کالونی، یونٹ نمبر ۱۱، لطیف آباد حیدر آباد، سندھ۔

طباعت : جمادی الاوّل ۱۴۲۲ھ / اگست ۲۰۰۱ء

اشاعت : اوّل

کمپوزنگ : محمد مرتضیٰ میو

بھٹائی کمپیوٹر کمپوزرس کھوکھر محلہ، حیدر آباد، فون : ۷۸۵۰۱۵

پریس :

قیمت :

ملنے کا پتہ

مکتبۂ قاسمیہ برکاتیہ ہوم اسٹیڈ ہال۔ حیدر آباد

مکتبۂ البصرہ، چھوٹکی گھٹی۔ حیدر آباد

مکتبۂ نوریہ رضویہ، وکٹوریہ مارکیٹ۔ سکھر

مسجد غوث اعظم مولانا بلبل سندھ روڈ، لاڑکانہ

کتب خانہ رضویہ، آرام باغ۔ کراچی

مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

مکتبۂ قادریہ، جامع نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

مختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی۔

(نوٹ)

مجلس کی مطبوعات کی جملہ آمدنی مجلس شیخ عبد الحق محدث دہلوی حیدر آباد کے لیے وقف ہے۔

انتساب ·

دار العلوم منظرِ اسلام بریلی کی صد سالہ

خدماتِ جلیلہ (۱۳۲۲ھ تا ۱۴۲۲ھ) کے نام!

جس کے بانی و اساتذہ کرام اور فیض یافتگان نے اپنی فراستِ دینی سے بر صغیر کے مسلمانوں کے خلاف انگریز سامراج کی سازشوں کو ناکام بنادیا اور اسلام کے نظریاتی تحفظ کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دیا۔

ہم اس قافلۂ حق کی ان روشن خدمات اور عظیم الشان جدوجہد! یعنی

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

تحفظ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

تحریک پاکستان اور تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سلسلے میں تمام شہدائے اہلِ سنت، علمائے کرام اور مشائخ عظام کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ع : گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

فہرست عنوانات

حرفِ تشکر

یہ مقالہ کبھی نہ لکھا جاتا، اگر گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتاب "بریلوی کیوں نہ بنا" تحریر نہ کی جاتی۔ کیوں کہ احقر راقم الحروف نہ کوئی عالم باکمال ہے اور نہ ہی ادیب وانشاء پرداز، یہ حقیر تو فقط مذہبیات کا ایک ادنیٰ سا طالب علم اور در رسول ﷺ کے غلاموں کی خاک پا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو اس حقیر کو لکھنے کا سلیقہ آتا ہے، اور نہ ہی اسے زور بیاں کا دعویٰ ہے، بلکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب بھی کچھ لکھنے بیٹھوں طبیعت جلد اکتا جاتی ہے۔ مگر جہاں تک پڑھنے کا تعلق ہے، بہت کچھ پڑھا، جو ضروری تھا وہ بھی جو غیر ضروری تھا وہ بھی۔ چناں چہ تمام مواد اوراق منتشرہ کی صورت میں خانۂ ذہن میں مستور رہا۔ مگر جب مذکورہ بالا کتاب پڑھی جذبات میں تلاطم پیدا ہوا، دلائل وشواہد کا ایک طوفان تھا جو ذہن میں اٹھ رہا تھا، مگر لکھے کون؟ مصنف کی بھونڈی تحقیق اور غلط طرز استدلال پر بار بار عجیب اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی، رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ یا اللہ یہ کیسی علمی تحقیق ہے کہ جس کا ہدف ذات نبوی ﷺ ہے۔ کیا شیوۂ مسلمانی یہی ہے؟ کیا عظیم المرتبت محسن ﷺ کے احسانوں کا بدلہ یوں چکایا جا رہا ہے؟ کیا کسی غلام کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے عظیم آقا کی طرف یوں انگلی اٹھائے اور شہر بہ شہر اپنے دماغ کے اختراعی نقائص کو اس ہستی سے منسوب کرتا پھرے جسے اس کے رب نے ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا۔

چناں چہ اسی اضطرابی کیفیت میں شب و روز گزرتے رہے کہ ایک دن فیصلہ ہو گیا کہ لکھنا ہے سو لکھنے بیٹھ گیا۔ شدید گرم موسم بھی سد راہ نہ بن سکا۔ نہ دن کا ہوش نہ رات کا آرام بس صرف ایک ہی دھن سوار کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ کرنا ہے، شان اقدس پر لگائے گئے الزامات کو دور کرنا ہے اور ان طاغوتی قوتوں کی ناپاک کوششوں کو روکنا ہے جو ایک بار پھر نئے انداز سے سرگرم عمل ہو گئیں ہیں۔ لہٰذا اسی جذبہ سے سرشار لکھتا گیا، لکھتا گیا، جب ہوش آیا تو دیکھا مقالہ تیار ہے، خدا گواہ ہے کہ دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ اس احقر نے لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تمام عرصے میں تائید ایزدی شامل حال رہی اور محسوس یہ ہوتا تھا کہ اس کام کو بارگاہِ نبوت میں قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ چناں چہ جو کچھ لکھا انھی کے کرم

سے لکھا اور نہ کہاں مجھ جیسا غیر زبان، بے علم و بے نوا اور کہاں یہ خدمت، اللہ پاک کا بے حد و حساب شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ جیسے ناکارہ کو اپنے حبیب ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کی صف میں شامل فرمایا، اور مجھے یہ توفیق عنایت کی کہ میں اس کے حبیب ﷺ کے فضائل و کمالات کی حمایت میں قلم اٹھا سکوں اور اس طرح اپنے ہی لیے توشۂ آخرت اور بخشش کا سامان مہیا کر سکوں۔ میرا کوئی بھی عمل اس قابل نہیں کہ میں اسے بطور افتخار اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر سکوں، سوائے اس کے کہ مجھے اللہ کے حبیب حضور سرور کائنات ﷺ سے شدید محبت ہے اور اسی محبت نے مجھے اس خدمت کا موقع فراہم کیا۔ احقر اس وقت کا منتظر ہے، جب روز محشر دیکھنے والے دیکھیں گے کہ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

میں اپنے عزیز دوست پروفیسر شاہ انجم بخاری سید، استاد شعبۂ اُردو و مدیر "المصداق" کا نہایت ممنون ہوں (من لایشکر الناس لایشکر اللہ) کہ جنھوں نے میری توجہ اس کام کی طرف مبذول کروائی اور نہ صرف میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کی نوک پلک درست کی بلکہ اس کو "مجلس شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" کے زیر اہتمام شایع کرنے کا بھی انتظام فرمایا اور تمام اشاعتی مراحل کی بڑی جانفشانی کے ساتھ محض عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر ذاتی طور پر نگرانی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔

خادم حسین قریشی مجددی
اُستاد شعبۂ اسلامی ثقافت و علوم اسلامیہ
گورنمنٹ کالج کالی موری حیدر آباد

دعوتِ فکر

از حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری مدظلہ العالی

نکتہ چینیوں اور خردہ گیریوں کا سلسلہ ایک صدی سے زیادہ عرصے سے جاری ہے۔ علمائے حق کی طرف سے اعتراضات اور الزامات کے برابر جواب دیئے جارہے ہیں مگر اعتراضات کرنے والے اور الزامات لگانے والے، اعتراضات والزامات برابر دہرائے جارہے ہیں ــــــ دلائل و شواہد پیش کیے جائیں تو قائل ہو جانا چاہیے ــــــ ضد بحث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام ہنود و یہود اور نصاریٰ سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اور (ان سے دشمنانِ اسلام کے خلاف) تبلیغ دینِ متین کا کام رک جاتا ہے ــــــ اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہو جائیں، ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں، جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر دست کش ہو جائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں۔

مدت سے یہ سلسلہ جاری ہے، ایک طرف علمائے اہلِ سنت ہیں اور دوسری طرف ان کے مخالفین، (وہ بھی انھیں سے ٹوٹ کر اور انھیں کو چھوڑ کر گئے ہیں) ــــــ ان کی شکایت یہ ہے کہ "علمائے اہلِ سنت حضور انور ﷺ کی شان کیوں بڑھاتے ہیں؟" اور علمائے اہل سنت کی شکایت یہ ہے کہ ان کے مخالفین" حضور اکرم ﷺ کی شان کیوں گھٹاتے ہیں؟" ــــــ شکایتیں تو اور بھی ہیں مگر بڑی شکایت یہی ہے ــــــ قرآن کریم کی روشنی میں ہم ان کی شکایات کا فیصلہ خود کر سکتے ہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبوبوں اور پیاروں کی شان بڑھانا سنتِ الٰہی ہے اور شان گھٹانا، ابلیس لعین، کفار و مشرکین

اور یہود و نصاریٰ کی عادت ہے ــــ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب بھی دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو علمائے اہلِ سنت ایسی آیات واحادیث تلاش کرتے ہیں جن میں حضور انور ﷺ کی رفعت شان کا ذکر ہو اور ان کے مخالفین ایسی آیات واحادیث تلاش کرتے ہیں جن سے وہ اپنے خیال کے مطابق حضور سید عالم ﷺ کی شان گھٹا سکیں ــــ دونوں حضرات کی فکر کی بلندیوں اور پستیوں کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں ــــ حقیقت میں محبت کی فطرت یہ ہے کہ وہ نہ محبوب کی عیب جوئی کرتی ہے نہ اس کی شان میں وہ خردہ گیری پسند کرتی ہے۔ یہ محبت کی فطرت کے خلاف ہے ــــ وہ تو ہر حال میں محبوب کی تعریف و توصیف سنناپسند کرتی ہے ــــ آپ خود فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ کس کا انداز فکر محبت کی فطرت کے مطابق اور کس کا انداز فکر محبت کی فطرت کے خلاف ہے ؟

محبت کرنے والے وہی ہیں جن کو اہلِ سنت و جماعت کہا جاتا ہے ، یہی حضرات حضور انور ﷺ ، اہلِ بیتِ اطہار ، ازواجِ مطہرات ، صحابہ کبار ، تابعین ، تبع تابعین ، ائمہ مجتہدین ، محدثین ، رضی اللہ عنہم اور حضراتِ اہل اللہ رحمہم اللہ سب سے محبت کرتے ہیں ، وہ صرف نفرت کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں ــــ غور فرمائیں گے تو یہ تاریخی حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک دو فرقوں کے علاوہ سارے فرقوں کے اکابر یا اکابر کے اجداد اسی صراطِ مستقیم اور دین حنیف پر تھے جس کو اہلِ سنت و جماعت کہا جاتا ہے ــــ دنیا کے سارے دشمنانِ اسلام سنی حکومتوں یا سنی عوام کے دشمن ہیں ــــ ایک انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے اس روشن حقیقت کو دیکھتے ہوئے برملا کہا کہ ، سنی اسلام ہی سچا اسلام ہے ، کہ سارا عالم ہی اس کا دشمن ہے ، سارے عالم کو اسی کے جذبۂ ایمانی اور جذبہ حریت سے خوف ہے ــــ " ۔

اس وقت عالمی سازش کے تحت نئے نئے فرقے ابھر رہے ہیں اور فکر و نظر میں انتشار کا سیلاب عظیم امنڈ رہا ہے ، ہر فرقہ افرادی قوت ، اہل سنت ہی سے حاصل کر رہا ہے ، ہم جانے والوں کو سمجھانے کے بجائے چھوڑتے چلے جاتے ہیں ، یہ دانائی و حکمت کے خلاف ہے ــــ اپنی کھوئی ہوئی متاع کس کو عزیز نہیں ہوتی ، ہر شخص حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ واپس مل جائے ــــ ہم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری افرادی قوت ہم کو واپس مل جائے اور ہم متحد ہو جائیں ، پھر دنیا اہلِ سنت و جماعت کی وہی شان و شوکت دیکھے جو ایک ڈیڑھ صدی قبل سلطنت عثمانیہ کی صورت میں دیکھ چکی ہے۔

آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ وازواجہ واصحابہ وسلم

۷ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ / ۹ مارچ ۱۹۹۵ء — **محمد مسعود احمد** عفی عنہ

(علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کی کتابِ مستطاب "سیاہ و سفید" کی تقدیم سے اقتباس)

مقدمہ

الحمدلله والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ اله واصحابه اجمعین○

میرے رفیق کار، عزیزم پروفیسر خادم حسین قریشی صاحب کا زیر نظر مقالہ ایک عاشق صادق کے دل کی سچی تڑپ کا نتیجہ اور "با محمد ہوشیار" کا مظہر ہے۔ اس مقالے کا عنوان راقم الحروف نے "معید الایمان" تجویز کیا ہے۔ ☆

☆ یہ امر اہلِ علم سے تو ہر گز پوشیدہ نہیں ہے کہ "معید الایمان" شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے خانوادے کے ایک جلیل القدر عالم مولوی شاہ مخصوص اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب کا نام ہے۔ مولوی مخصوص اللہ، وہابی تحریک کے سربراہوں "شاہ محمد اسماعیل' اور 'مولوی عبدالحیٔ بڈھانوی' کے وہابیانہ رجحانات کے شدید مخالف تھے، انھوں نے 'تقویت الایمان' کے جواب میں 'معید الایمان' لکھی تھی۔

شاہ مخصوص اللہ کے احوال میں حکیم محمود احمد برکاتی رقم طراز ہیں کہ:

> "فرزند شاہ رفیع الدین، مدرسہ رحیمیہ کے عالی مرتبت مدرس، شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی کے استاد گرامی، تعلیم و تربیت والدِ ماجد اور دونوں چچاؤں سے حاصل کی۔ بیعت شاہ عزیز سے سلسلۂ قادریہ میں کی۰۰۰ ۷-۱۷۹۶ء سے شاہ عزیز کی وفات تک مسلسل پچیس (۲۵) سال ان کے درس قرآن کی مجالس میں تلاوت قرآن مجید کرتے رہے۰۰۰ منشی محمد جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی میں شاہ مخصوص اللہ کو سید احمد شہید کے مریدین میں محسوب کیا ہے، یہ افترا محض ہے،۰۰۰۰ وہ جامع دہلی کے تاریخی مناظرے کے نہ صرف

زیرِ نظر مقالے میں تحقیق کے لوازم کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ ہر بات مستند حوالے سے کہی گئی ہے۔ جہاں تردید کی ضرورت پیش آئی، وہاں مؤلف نے مستند آثار و اخبار سے اپنے موقف کو مؤید کیا ہے۔ مقالے پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کی جو خوبیاں نظر میں آتی ہیں ان میں عنواناتِ متن، حواشی و تعلیقات، کتابیات، طرزِ استدلال، سلاستِ بیان اور متین اندازِ تحریر، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ خوبیاں ایسی ہیں جو کسی بھی مقالۂ علمی کو منفرد و معتبر بناتی ہیں۔ مذکورہ خصوصیات کے علاوہ زیرِ نظر مقالے کی سب سے اہم خوبی اس کا موضوع ہے،

شریک بلکہ پرجوش فریق تھے ۰۰۰ شاہ مخصوص اللہ کا وصال ۱۳ر ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ (۵۔۱۸۵۶ء) کو ہوا۔ اپنے آبائی مقبرے مہندیوں میں دفن کیے گئے۔ اس خاندان کی تاریخ اب تک اہلِ حدیث کے ہاتھوں میں رہی ہے، اس لیے شاہ مخصوص جیسے بزرگوں کے سوانح حیات کے بیش تر گوشے خلمت میں ہیں، کہاں عقد ہوا تھا؟ جسمانی یادگاریں کتنی چھوڑیں؟ کوئی تفصیل بھی معلوم نہ ہو سکی"۔

[تہافتۃ الوہابیہ از مفتی عبدالحفیظ۔ آگرہ حوالہ مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، 'شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'، بار اوّل، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۹۲ء، ۱۲۶]

راقم الحروف نے مولوی مخصوص اللہ کی کتاب معطاب کا ذکر بارہا اُستاذی ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (متوفی ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء) سے سنا، کہ یہ کتاب ان کے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے جب اسے دیکھنے اور دوبارہ شائع کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو خوش ہو کر کہنے لگے "کیوں نہیں علمی نوادرات اسی طرح ضائع ہونے سے بچ سکتے ہیں کہ عکسی اشاعت کے ذریعے انھیں محفوظ کر دیا جائے۔ لیکن ابھی وہ کتاب دست رس میں نہیں ہے پھر کسی وقت دکھائیں گے"۔ اب خدا جانے ان کے انتقال کے بعد دیگر نوادرات کے ساتھ ساتھ اس نایاب کتاب پر بھی کیا بیتی۔

قبلہ حکیم صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب کے انھی صفحات پر جامع مسجد دہلی کے تاریخی مناظرے کا کچھ حصہ بھی نقل کیا ہے، جس میں مولانا شاہ مخصوص اللہ نے مولوی عبدالحئی کو مناظرے کے ۱۳ویں سوال (بدعت) پر گفتگو کرتے ہوئے ساکت کر دیا تھا۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ اس طویل اقتباس سے مولانا شاہ مخصوص اللہ علیہ الرحمہ اور ان کی تالیف کا تذکرہ مقصود تھا کیوں کہ انھی بزرگ کی کتاب معطاب پر راقم الحروف نے زیرِ نظر مقالے کا نام تجویز کیا ہے۔ کیا معلوم کہیں سے اس کتاب کا سراغ مل جائے اور اسے دوبارہ لباسِ طباعت سے آراستہ کر کے اہلِ علم کے استفادے کے لیے پیش کر دیا جائے۔' چوں کہ اکابرین اہلِ سنت کی سینکڑوں کتابوں اور مخطوطات کو غائب کر دیا گیا ہے۔ لٰہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی کتابوں کے ساتھ ساتھ اکابرین کی فراموش کردہ اور غائب کردہ کتابوں سے بھی دنیا کو متعارف کرایا جائے اس سلسلے میں کسی کنجوسی کا مظاہرہ علم دشمنی کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت و جماعت کے عظیم نقصان کا باعث بھی ہوگا۔ ناچیز شاہ انجم بخاری عفی عنہ،

جو "ایمان بالرسالت" سے متعلق ہے۔ بلاشبہ تکمیلِ ایمان کے لیے نبی آخرالزماں ﷺ پر صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے بلکہ تصدیق قلب کی اشد ضرورت ہے اور تصدیق قلب، محبت و احترام کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ بایں ہمہ نبیِ محتشم ﷺ کی "تعظیم اور مدد" (الاعراف : ۱۵۷)، "تعظیم و توقیر" (الفتح : ۹) اطاعتِ رسول (النساء : ۸۔ النور : ۵۴، ۵۶) اور "اتباعِ سنت (الحشر : ۷) کے قرآنی احکام موجود ہیں، جو ہر کلمہ گو پر فرض ہیں۔ یہ احکام ہر مسلمان کو پابند کرتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی اطاعتِ رسول اللہ ﷺ اور اتباعِ سنت سے منہ نہ موڑا جائے۔ موضوع کی نزاکت کے پیشِ نظر نیز افادۂ عام کی غرض سے اگر ذیل میں "ایمان بالرسالت" کے جمیع لوازمات کا ذکر کر دیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

"رسالت کے جمیع لوازمات کو اعتقاداً و عملاً ماننے بغیر محض اقرار یا کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے والا مسلمان نہیں ہوتا، آج کل جمیع لوازمات کے ماننے میں بعض مسلمان کی طرف غفلت پائی جاتی ہے، اور دشمنوں یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہم کی طرف سے جدید تعلیم یافتوں میں خیالات کی آزادی اور عقلیت پسندی کے نام سے اور دینی حلقوں میں توحید وغیرہ کے خوشنما اور پرکشش نعروں سے لوازماتِ رسالت میں خصوصاً محبت، تعلیم، ادب اور توقیر کو کم کرنے بلکہ خلافِ شرع ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، حالاں کہ محبت، ادب و تعظیم جو کہ سارے دین کی بنیاد ہے، اس کے بغیر رسالت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں"۔

("ایمان بالرسول کے لوازمات" مولانا اقبال احمد صاحب خلیفہ ارشد مولانا محمد ذکریا کاندھلوی سنہ ندارد، یادگار پبلشرز، حیدرآباد، ص ۳)

جیسا کہ اوپر بیان ہوا قرآن حکیم ہمیں صرف اطاعتِ رسول ہی کا حکم نہیں دیتا بلکہ کامل اتباع کا بھی حکم دیتا ہے۔ اور فی الواقع اتباع مشروط ہے محبت، ادب اور احترام کے ساتھ کہ اس کے بغیر احکامِ رسول کا بجالانا، منافقانہ عمل تو ہو سکتا ہے، مگر "مطلوبہ اور

اصطلاحی اتباعِ سنت نہیں"۔ (ایضاً ص ۳۱) بلکہ ایسا عمل "دیگر مصالح واغراض کے تحت" ہی ہوتا ہے"۔ (ایضاً ص ۳۱) اس ضمن میں ذیل کی عبارت ایسے نادان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے:

"۰۰۰ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت کے بغیر اتباعِ سنت کے دعویداروں کا نیا فتنہ زور پکڑ رہا ہے جو کہ یہود کی سازش ہے، جس میں سادہ لوح مسلمان ملوث ہو رہے ہیں"۔

(حاشیہ بر صفحہ ۳۱، بحوالہ ایضاً ص ۳۱)

اس عبارت کو بہ غور ملاحظہ کیا جائے اور سچے دل سے فیصلہ کیا جائے، کیا ہمارے ارد گرد ایسے سادہ لوح مسلمان موجود نہیں ہیں جو اپنی سادگی اور کم فہمی کے سبب مذکورہ گھناؤنی سازش میں نادانستہ گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔

اب تک تحریر کردہ بیانات سے یہ بات بخوبی سامنے آجاتی ہے کہ اقرارِ رسالت اور اطاعتِ رسول ﷺ کے لیے زبانی دعوے تو آسان ہیں جیسا کہ اکثر منافقین اس کا عملی مظاہرہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن حبِ رسول ﷺ اور تعظیم حبیب ﷺ کے بغیر اتباعِ کامل غیر ممکن ہے۔

اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ چند عیوب و نقائص کے باوجود ایک عام چاہنے والا بھی اپنے محبوب کے عیوب نہ بیان کرتا ہے اور نہ اس کا سننا ہی پسند کرتا ہے چہ جائیکہ ہمارے نبی محترم و محتشم ﷺ جو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مسلمہ مرتبے کے حامل ہیں اور جو اپنی جسمانی پیدائش میں بھی ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں، جو اپنے کردار میں بھی بے مثال ہیں، جو اپنی نبوت میں بھی بے نظیر ہیں، جو اپنے معجزات اور خصائصِ نبوت میں بھی "تنہا" ہیں، بقول اقبال ؎

حسنِ یوسف ، دم عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غور کیا جائے کہ جس کے خلق کو رب نے عظیم کہا (القلم : ۴) جس کے علم کو

رب نے "بہت بڑے فضل سے تعبیر کیا" (النساء : ۱۱۳) جو غیب کی خبریں بتانے میں بھی "بخیل نہیں ہیں" (التکویر : ۲۷) جسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ (الانبیاء : ۱۰۷) جنھیں مقام محمود کی خوشخبری سے سرفراز کیا گیا۔ جسے مومنین کے لیے رؤف ورحیم بنایا گیا (التوبہ : ۱۲۱) جو اپنی تمام پیغمبرانہ خدمات کے صلے میں کسی اجر کے نہیں بلکہ صرف اپنی آل کی محبت ومؤدت کے خواہاں ہیں۔ (الشوریٰ : ۲۳) اور جس کے ذکر کو اللہ نے بلند کر دیا (الانشراح : ۴) تو کیا ایسے محبوب رب العالمین پر بھی کوئی بدنصیب اعتراضات کرنے کی جرأت کر سکتا ہے ؟ جی ہاں ! بعض ایسے بھی کوتاہ بین، بولہبی اور روسیاہِ ازلی ہیں جو اللہ کے حبیبِ لبیب ﷺ کی ذات شریف اور کمالاتِ نبوت پر معترض ہونے کی بدتر از گناہ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ حبیب ﷺ جس کے ارشادت گرامی ہیں : الا وانا حبیب اللہ "غور سے سنو میں اللہ کا حبیب ہوں" (بہ حوالہ "ایمان بالرسول کے لوازمات" ص ۶) اور "میں تمہاری مانند نہیں"۔ (بخاری) اور جس کی حقیقت کا بہتر علم ربِ کعبہ ہی کو ہے۔ افسوس ! کیسے بدنصیبِ ازل ہیں وہ لوگ جو اس بارگاہِ بے کس پناہ میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی عمر بھر کی کمائی (تمام نیک اعمال بہ شمول، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور تبلیغی کاوشیں) ضائع کر بیٹھتے ہیں اور انھیں خبر تک نہیں ہوتی۔ (الحجرات : ۲)

الحمد للہ زیرِ نظر تالیف اسی سلسلے کی ایک روشن کڑی ہے۔ جو مقامِ رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر ہندوستان میں پونے چار سو سال (۳۷۵) قبل شروع ہوئی۔ عہدِ اکبری کے نامور مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی (م ۱۰۰۶ھ) نے اپنی "منتخب التواریخ" میں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ۔ ۱۰۵۲ھ) نے اپنے مکتوبات اور تصانیف میں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ۔ ۱۰۳۴ھ) نے اپنے مکتوبات میں، صاف طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اکبر اسلام سے منحرف ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے علمائے وقت اور شیوخ دہر نے اکبر کی خوشنودی کو اپنا دین بنا لیا تھا، کفر والحاد کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ اور تو اور ان زندیقوں نے شراب نوشی کو مباح قرار دے دیا، نظریۂ الفی کے تحت دین اسلام کی پابندگی

پر ضرب لگاتے ہوئے دین اکبری وضع کر لیا اور جس کے نتیجے میں ہر طرف بدعات سئیہ کا دور دورہ ہونے لگا۔ ایسی تمام گمراہیوں کی تفصیل کے لیے پروفیسر محمد اسلم کی تالیف "دین الٰہی اور اس کا پس منظر" (بار اول دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۹ء۔ طبع ثانی لاہور، جنوری ۱۹۷۰ء) ملاحظہ کی جائے۔

عہد اکبری کی ان تمام خرافات کو حضرت خواجہ باقی باللہ (۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء ـ ۱۰۱۲ھ) کے تربیت یافتہ خلفاء اور علمائے راسخین بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ۔ ۱۰۳۴ھ) و حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ۔ ۱۰۵۲ھ) نے اپنی دینی فراست سے ناکام بنا دیا اور مقامِ رسالت کا تحفظ کرتے ہوئے بے دینی اور بداعتقادی کے سیلاب کے سامنے جس مضبوطی سے بند باندھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پاک و ہند میں دینِ اسلام اپنی اصل صورت میں جاری و ساری ہے۔

گویا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ۔ ۱۰۳۴ھ) نے اپنے مکتوبات و تعلیمات اور امام اہل سنت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۸ھ۔ ۱۰۵۲ھ) نے اپنی تصنیفات و تالیفات کے ذریعے ہندوستان میں الحاد اکبری کے فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ان دونوں بزرگوں کی قلمی فتوحات نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کو بھی مستفید کیا اور یوں اپنی مساعیِ جمیلہ سے خاص طور پر عہدِ اکبری کے تابوت فتن میں آخری کیل ٹھونک دی۔

ہر چند گاہے گاہے اسلام دشمن طاقتیں، دینِ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتی رہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ایسی ہی تخریبی سازشیں اس وقت پھر عروج پر پہنچتی ہیں جب استعماریت نے ہندوستان پر اپنے حرص و ہوا کے پنجے گاڑھ رکھے تھے، اور اپنے سیاسی مقاصد کی بر آری میں اسلام کو رکاوٹ جانتے ہوئے اس کے بعض مسلمہ اصولوں کو منہدم یا تبدیل کرنے کی

سازشوں میں مصروف ہو گئے۔

اس بارے میں کسے شک ہو گا کہ انگریز ایک نہایت فطرتی قوم ہے لہٰذا اس بار اس کا طریقۂ واردات بھی از حد خطرناک تھا۔ اس نے اپنے مستشرقین کی مدد سے نام نہاد علمائے سو کو خریدا، انھیں طرح طرح کی، مراعات پیش کی گئیں، خطابات عطا کیے گئے اور علمی و ادبی کاموں کی سرپرستی کے ضمن میں بھاری عطیات دینے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔

چناں چہ اول اول تحقیق کے نام پر ختمِ نبوت کی مسلمہ تعریف سے ہٹ کر بالکل نئی تعریف و تشریح کروائی گئی پھر اس تشریح کی مدد سے جھوٹی نبوت کا دعوی کروایا گیا۔ کہیں وہابی تحریک کے ذریعے اصلاحِ دین کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے حبِ رسول کو ختم کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ سوادِ اعظم کے عقائد اور سلف صالحین کے طریقوں کو ملامت کا نشانہ بناتے ہوئے انھیں شرک و بدعت قرار دیا گیا۔ سرحد میں تو وہابیہ کے امام المسلمین، مہدیِ موعود سید احمد شہید کی "بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو کافر، منافق، باغی ایسے بے شمار خطاب ملے" (بحوالہ: مولانا شاہ حسین گردیزی: "حقائق تحریک بالاکوٹ"، ص ۹۹) اور سرحدی مسلمانوں کے اختلافِ عقائد اور عدم بیعت کے باعث اس وہابی تحریک سے الگ رہنا "نفاق و فساد کا نشان" قرار دیا گیا (ایضاً ص ۱۰۰) پھر اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ان سے جہاد کرنے کو "جہاد کا اعلیٰ مرتبہ" گردانا گیا (ایضاً ص ۱۰۰)۔ آج بھی تاریخی حقائق گواہ ہیں کہ سرحد کے غیور حنفی سنی مسلمانوں نے اس وہابی یلغار کو کیسے ناکام بنایا۔

ادھر شمالی ہند میں جب انگریزوں کے پروردہ ان فتنہ پردازوں نے "امکانِ نظیر ﷺ" کا مسئلہ پیدا کیا تو خاتم الحکماء مجاہد جلیل علامہ فضلِ حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۱ء) نے "امتناع النظیر" میں اپنے دلائل قطعیہ سے ان انگریز پرور علماء کو ایسا ساکت کیا کہ جس کا آج تک جواب نہ ہو سکا۔

عزیزم صبیح رحمانی نے کس عمدگی سے اس عقیدے کی ترجمانی کی ہے:ے

کوئی مثلِ مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
کسی اور کا یہ رتبا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ کا مماثل؟

تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

اسی طرح تحفظِ ختم نبوت کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) اور ولیِ کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۷ء) نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہی حضرات تمام علمائے حق کے سرخیل نظر آتے ہیں۔ جن کی سرپرستی میں ہزاروں علماء و مشائخ نے بروقت اقدام کر کے اس (قادیانی) فتنے کا بھی سدباب کیا۔

الغرض خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی سوادِ اعظم اہل سنت کے علمائے حق نے جس پامردی کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً راہِ عزیمت کی روشن مثالیں ہیں۔ ہندوستان بھر میں ان انگریزی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے حنفیوں، سنیوں کے جو مراکز تھے ان میں فرنگی محل لکھنؤ، بدایوں، رام پور، حیدر آباد دکن، مدراس، پٹنہ، سورت، گجرات، علی گڑھ، خیر آباد، دہلی، اجمیر، سندھ، پنجاب، سرحد، کشمیر اور بریلی کے مدارس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ تفصیل کا محل نہیں ہے اسی لیے محض حوالے اور اشارے کے طور پر صوبوں اور شہروں کے نام پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ در حقیقت ان مدارس کی علمی و دینی خدماتِ جلیلہ کی بناء پر مشہور ہونے والے مذکورہ شہروں اور صوبوں کے نام ایسے ہیں جو بے اختیار نوکِ قلم پر آگئے ہیں ورنہ اس موضوع پر کاوش کی جائے تو ایسے بے شمار مراکز کی علمی و دینی خدمات پیشِ منظر میں آسکتی ہیں جن کے سرسری ذکر کے لیے بھی کئی دفتر درکار ہوں گے۔

سوادِ اعظم اہل سنت کے علمی و دینی مراکز کی نگہبانی کرنے والے جلیل القدر علمائے حق پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ علمائے حق وہ تھے جو حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کے امین تھے، جنھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے چراغِ علم سے اپنے چراغ روشن کیے تھے، اور جنھوں نے علوم عقلیہ میں علامہ فضل امام اور علامہ فضلِ حق خیر آبادی جیسے نابغۂ عصر اور عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پایا تھا۔

افسوس تو یہ ہے کہ ان علمائے حق کی علمی و قلمی فتوحات کی کماحقہ اشاعت نہ ہو سکی، جیسی کہ وہابیہ کی کتابیں عام کی گئیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ اکابرینِ اہل سنت اگر ایک طرف غربت، تنگ دستی، اور محدود وسائل کے شکار رہے تو دوسری طرف دولت برطانیہ کی امداد کثیر☆ سے پرورش پانے والی متعدد جماعتوں کے فتنوں کے خلاف بھی نبرد آزمار ہے لہٰذا اس چومکھی لڑائی میں یہ نقصان تو اٹھانا ہی تھا۔ مقامِ شکر ہے کہ کم از کم احساسِ زیاں کا شعور تو بیدار ہوتا جارہا ہے۔ لیکن وہابیہ کے لٹریچر کی رفتارِ اشاعت سے موازنہ کیا جائے تو آج بھی صورتِ حال بہت زیادہ تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی اپنی غربت کے باوجود عوام اہلِ سنت ایک رات میں مذہبی جلسوں اور تقریبات پر جتنا چندہ صرف کر دیتے ہیں اگر اس کا نصف بھی اپنے اکابرین کی قلمی و نایاب کتب کی اشاعت پر صرف کرنا شروع کر دیں تو یقیناً صورتِ حال بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

آج کل جدید تعلیم یافتہ طبقے میں تحقیق، روشن خیالی، اعتدال پسندی، تبلیغ و جہاد اور توحید کے خوشنما نعروں کی صورت میں ایسی ہی سازشیں پھر سے جڑ پکڑنے لگی ہیں اور عوام اہل سنت کے ایمان کو غارت کرنے کا باعث بن رہی ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے سدباب کے لیے کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

فاضل مقالہ نگار اس تحقیقی جائزے کے لیے بجا طور پر تحسین کے مستحق ہیں کہ اس کے ذریعے انھوں نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کرنے والے قافلے میں شرکت اختیار کی ہے، اور گستاخانِ رسول ﷺ کی اصلاح و تنبیہ کے لیے قلمی جہاد کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

☆ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مخالفین انگریزی امداد کے سلسلے میں اپنے قبیح فعل کو عوام سے چھپانے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر اتہام لگاتے ہیں لیکن آج تک اپنے اس بہتان کے ثبوت میں ایک بھی تاریخی ثبوت پیش نہیں کر سکے، جس سے اعلیٰ حضرت کا حکومت برطانیہ سے کسی بھی قسم کا تعلق یا امداد کا ملنا ثابت ہوتا ہو۔

جب کہ اس بات کے تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ مخالفین اعلیٰ حضرت نہ صرف گورنمنٹ انگلشیہ کے وفادار رہے ہیں بلکہ انھیں مالی تعاون بھی حاصل رہا ہے۔ "مکالمۃ الصدرین" (مصدقہ و مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانی، باانتظام محمد ذکی دیوبندی، دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارن پور سنہ ندارد) سے بھی ہماری معروضات کی تائید ہوتی ہے۔ نیز تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب، "خون کے آنسو" از علامہ مشتاق احمد نظامی۔

ناچیز شاد انجم بخاری عفی عنہ،

مجھے اور انھیں اس راہِ حق پر صبر واستقامت نصیب فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے اپنے حبیب کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے (آمین)۔

زیرِ نظر مقالہ گستاخانہ عبارات کے حمایتیوں کو یقیناً پسند نہیں آئے گا کیوں کہ انھوں نے تو اپنی آنکھوں پر بے جا عقیدت اور تعصب کی پٹی باندھ لی ہے۔ مقامِ غور تو یہ ہے کہ نبی محتشم ﷺ کی عزت و توقیر کے مقابلے میں انھیں چودھویں صدی کے مولویوں کی نام نہاد عزت عزیز ہے جس کی حمایت اور مدد کے لیے یہ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کو "تنگ نظر"، "فرقہ پرست" کہتے ہیں، اور بھی جانے کیسے کیسے حرفِ ناشائستہ وغیر شریفانہ القابات ان پر چسپاں کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا غم نہیں۔ ہمیں جتنا چاہو برا کہہ لو، اپنے دل کی بھڑاس نکال لو یعنی :۔

اگر کہیے سو چاہیے بھی اور
ہے کچھ میں مہربان نا دل

(دردؔ)

یا پھر :۔

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

(حسرتؔ)

لیکن! میرے سرکارِ ابد قرار کی شانِ اقدس میں مجھے ایک حرف بھی گوارا نہیں اور مجھے تو کیا یہ کسی بھی حبِ رسول ﷺ سے سرشار، عاشقِ صادق کو ہرگز ہرگز گوارا نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی، نبی کریم ﷺ کے لیے ان گستاخانہ عبارتوں کے استعمال کو درست جانتا ہے تو یقیناً وہ اپنے دعویٰ محبتِ رسول ﷺ میں سچا نہیں ہو سکتا نتیجتاً وہ ایمان بالرسالت کے قرآنی احکام کو کماحقہ پورا نہ کرنے کے باعث یقیناً کفر و نفاق کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ (عیاذاً باللہ)

بے شک قرآن حکیم کے بتلائے گئے راستے پر چلنے ہی میں عافیت ہے، کامیابی ہے، قرآن مجید فرقانِ حمید نے ہمیں ہدایت و عافیت کا یہ راستہ بخوبی سجھایا ہے، "اور سچوں کے

ساتھ رہو" (التوبہ : ۱۹۹) اسی میں ہماری بھلائی ہے، ہماری فلاح ہے، اور اسی کے نتیجے میں ہماری نجات ہو گی انشاء اللہ۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم "سچوں" کے ساتھ رہیں اور ان کے قافلے میں شریک ہو جائیں۔

بلاشبہ سچوں کا یہ قافلہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، شہدائے اسلام اور اللہ کے ولیوں کا قافلہ ہے، کسی کا بھی دامن تھام لو انشاء اللہ کامیابی مقدر ہو گی۔ کیوں کہ اس قافلے کا ہر فرد اللہ والا ہے جو یقیناً ہمیں اللہ کا بندۂ مطلوب بنانے میں معاون ہو گا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے : "تلاش کرو اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کا وسیلہ، اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ" (المائدہ : ۳۵) حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اس کی مندرجہ ذیل تفسیر فرمائی ہے :

"ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیرویِ سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے۔ دل میں یادِ الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلے میں کون شبہ کر سکتا ہے...

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں 'وسیلہ' سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل)، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسماعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا... [فارسی عبارت محذوف] (صراط مستقیم) یعنی سالکانِ راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد ازبس ضروری ہے"۔

اس آیت کا دوسرا حصہ ہمیں بتاتا ہے کہ "اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تقویٰ اختیار کرنے، وسیلہ تلاش کرنے کے علاوہ ہر دم مصروفِ جہاد رہنا بھی ضروری ہے۔ جہادِ اصغر بھی اور جہادِ اکبر بھی۔

کفار سے بھی اور نفسِ امارہ سے بھی، اور ان تمام نظریات اور افکار سے
بھی جو کسی حیثیت سے اسلامی عقائد اور مسلمات سے ٹکراتے ہیں۔
تب جا کر فلاح و کامرانی نصیب ہوتی ہے"۔

[پیر محمد کرم شاہ الازہری: "تفسیر، آیت ۳۵: المائدہ، ضیاء القرآن، جلد اول، طبع پنجم، لاہور، ص ۴۶۶]۔

مندرجہ بالا آیت ربانی کی تشریح و توضیح کی روشنی میں اگر ہم دیکھیں تو زیرِ نظر مقالے سے عین قرآنی احکامِ جہاد کا منشا پورا ہوتا نظر آئے گا۔

چونکہ زیرِ نظر مقالے کی تحریک جس گمراہ کن کتاب ☆ سے ہوئی وہ سندھی زبان میں

☆ "بريلوي چو نہ بنيس" پروفیسر حافظ غلام محمد میمن، معلوی، بار اوّل، حیدر آباد، ۲۰۰۰ء،
یہاں یہ باور کراتا چلوں کہ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ مذکورہ کتاب کا مکمل رد نہیں ہے بلکہ اس کتاب کے دوسرے باب کے تحقیقی جائزے پر مشتمل ہے درحقیقت یہی اس کتاب کا مرکزی باب ہے، جس میں ان کے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں پر اعلیٰ حضرت اور علمائے حرمین شریفین کے دیے گئے کفریہ فتووں کے سلسلے میں خوب واویلا مچایا گیا ہے۔ باقی دیگر ابواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلی قدس سرہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) کی ذات گرامی سے شدید تعصب و نفرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیر علمی انداز میں اعتراضات کیے گئے ہیں۔

صاحبِ کتاب نے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، اور انھیں اعلیٰ حضرت کی گرفت سے آزاد کرانے کے لیے مچل ہی تو گئے ہیں کہ یہ گستاخانہ عبارتیں نہیں ہیں۔ اصل صورتِ حال تو زیرِ نظر تالیف کے مطالعے سے بخوبی واضح ہو جائے گی۔

فاضل مقالہ نگار نے جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے دانش مندی سے کام لیا ہے۔ اور اصل نزاع "گستاخانہ عبارتوں کی تکفیر" تک ہی اپنے خامۂ حق نگار کو محدود رکھا ہے۔ بلاشبہ موضوع کی نزاکت اسی کی متقاضی تھی کہ تمام ترسنجیدگی اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمی انداز میں اس کا جواب دیا جائے۔

جہاں تک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی پر اعتراضات کے جواب کا تعلق ہے تو عرض کر دوں کہ ماہرین رضویات ایسے تمام اعتراضات کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

آپ کی حیات و خدمات کے تقریباً ہر گوشے پر پاک و ہند کے بلند پایہ اسکالرز قلم اٹھا چکے ہیں۔ ان پر پاک و ہند کی کئی جامعات میں پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات لکھے جا چکے ہیں اور کئی ایک تو چھپ چکے

لکھی گئی ہے لہٰذا ضروری تھا کہ اس سے متعلق معروضات بھی سندھی زبان میں پیش کی جائیں۔ مگر چوں کہ متنازع اصل عبارات اردو میں ہیں لہٰذا ہم نے اس کا تحقیقی جائزہ اردو اور سندھی دونوں زبانوں میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حسنِ اتفاق سے ہمارے فاضل مؤلف کی مادری زبان بھی سندھی ہے اور ان کے لیے اس مقالے کا ترجمہ کرنا چنداں دشوار نہ تھا لہٰذا آج کل وہ اس مقالے کو آسان سندھی زبان میں منتقل ـــــــــــــــ کر رہے ہیں جسے ہم

ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کے سلسلے میں مرکزی مجلس رضا لاہور اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی خدمات یقیناً لائق رشک ہیں۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب اعلیٰ حضرت کے حوالے سے پیش کیے گئے کاموں کی تفصیل بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

> "آج فاضل بریلوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۶ء ـ ۱۹۲۱ء) کے وصال کو ۷۶ سال گزر چکے ہیں۔ آپ پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد تین ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ آپ کے افکار و نظریات پر کام کرنے والے تین سو ادارے دنیا بھر میں مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ لاہور کا صرف ایک ادارہ 'مرکزی مجلس رضا' اب تک نو لاکھ پچاس ہزار کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کر چکا ہے۔ 'رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ' برطانیہ میں فاضل بریلوی کی تصانیف کے انگریزی ایڈیشن پھیلا رہی ہے۔ 'تحریکِ فکر رضا' اور 'رضا اکیڈمی' سارے ہندوستان میں افکار رضا کے ترجمان بن کر قائم و دائم ہیں"۔

(اداریہ ملخصاً، "جہان رضا"، لاہور، شمارہ ۶۴، جون جولائی، ۱۹۹۷ء)

علاوہ ازیں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے جس خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کو اپنی تحقیقاتِ عالیہ کا مستقل موضوع بنایا ہے اس کی ایک دنیا معترف ہے۔ استنبول، جامعہ الازہر، کویت، کے علاوہ کئی یورپی ممالک سے اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر بے نظیر تحقیقات و مطبوعات سامنے آرہی ہیں۔ بے شک ہر طرف سے اس مرد حق پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کیے جا رہے ہیں: ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں

اور

جھوم جھوم اٹھے ہیں افکارِ رضا سے گلستاں

ناچیز: شاہ انجم بخاری عفی عنہ،

انشاء اللہ مستقبل قریب میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ زیر نظر تالیف میں آسان اور عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔ بعض ادق علمی اصطلاحات کے ضمن میں بھی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کو ان کا مفہوم باآسانی سمجھا دیا جائے۔ چناں چہ اس سلسلے میں اگر پھر بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو علمائے کرام سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ اردو زبان میں ان گستاخانہ عبارتوں کے جوابات متعدد بار پیش کیے جا چکے ہیں اور اس سلسلے میں کی گئیں تحقیقات و تالیفات بھی موجود ہیں مگر زیرِ نظر تالیف نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کی گئی ہے۔ خاص طور پر ایسی صورتِ حال میں جب کہ عربی، فارسی تو کجا انگریزی خواں طبقہ "اردو" کا بھی شاکی نظر آتا ہے۔ چناں چہ اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ انگلش میڈیم اسکولوں اور کالجوں کے فارغ التحصیل طلبہ تو اردو کے مشکل الفاظ کا رونا روتے ہی نظر آتے ہیں۔

زیرِ نظر تالیف اس لحاظ سے بھی قابلِ تعریف ہے کہ اس میں عام قارئین کی مذکورہ بالا مشکلات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حتی الامکان ثقیل الفاظ سے گریز کیا گیا ہے اور سلیس زبان میں مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس تحقیقی جائزے پر مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جانب سے فاضل مؤلف کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے روزِ جزا کا سامان بنائے۔ آمین ہمیں امید ہے کہ فاضل مؤلف اسی طرح قلمی جہاد میں مصروف رہ کر لاکھوں غافلوں کی اصلاح اور دین حنیف کی نصرت کا باعث بنیں گے: ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

وصلی اللہ علیٰ محمد والہ واصحابہ اجمعین ٥

ناچیز شاہ انجم بخاری عفی عنہ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمO

"افتتاحیہ"

تمام تعریف اس اللہ کی جو تمام عالمین کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں وہ بے مثل ہے کوئی شے اس جیسی نہیں۔ اور بے حد و حساب رحمتیں اور سلام اس ہستی پر جو عالمین کے لیے سراسر رحمت ہے، مخلوقات میں کوئی اس جیسا نہیں جو مطلع علی الغیب ہیں اور اس کی اہل اور آل پر اور تمام صحابہؓ پر جو ہدایت کے ستارے اور سفینۂ نجات ہیں۔

اعمال کی بقا کا مدار

حدیث رسول ﷺ ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص وہی کچھ پائے گا جو اس نے نیت کی ہوگی" (صحیح بخاری) یعنی عمل کی سزا و جزا نیت کے مطابق ملتی ہے۔ اگر عمل اخلاص سے کیا گیا اور اس کے پیچھے نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہوں (واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، سورۃ التوبہ نمبر ۶۲) تو وہ عمل مقبول ہے، ورنہ مردود۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیک اعمال کے حصول کا دارومدار اچھی نیت پر ہے۔ مگر

صرف نیک اعمال کو حاصل کرنا یا ان کو اپنے نامہ اعمال میں درج کروانا ہی نجات کا ضامن نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ اعمال مرتے دم تک باقی بھی رہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تمام عمر اخلاص کے ساتھ اعمال کرتا رہے مگر مرنے کے بعد جب دیکھے تو تمام دفتر خالی۔ کیا ایسا ممکن ہے ؟ جی ہاں ! بالکل ممکن ہے اگر احترام نبوی میں ذرا سی بھی کمی آئے یا شانِ رسالت میں معمولی سی بھی تنقیص ہو جائے تو تمام اعمال اس طرح برباد ہو جاتے ہیں کہ خبر بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن حکیم کی شہادت ملاحظہ ہو :

" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥

ترجمہ : اے ایمان والو ! اپنی آوازیں نبی پاک کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے بلند آواز سے گفتگو کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ احترام نبوی اعمال کے باقی رہنے کا ضامن ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی آجائے، یا نادانستہ مقام رسالت کی توہین یا تنقیص ہو جائے تو سزا کے طور پر نہ صرف تمام اعمال ضایع ہو جاتے ہیں بلکہ ایمان کفر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

موہم تحقیر الفاظ کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی رائے :

چنانچہ دیوبندی مکتبہ فکر کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :

"جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات ﷺ ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے"(لطائف رشیدیہ ص نمبر ۲۲، بحوالہ الشہاب الثاقب از مولوی حسین احمد مدنی ص ۲۳۶)

ملاحظہ فرمائیے نادانستہ بھی اگر اس دربار میں توہین یا تحقیر ہو جائے تب بھی یہ سزا ملتی ہے۔ یعنی وہ الفاظ جو تحقیر آمیز نہ ہو مگر بادی النظر دیکھنے سے یا قاری پہ پہلا تاثر یہ مرتب ہو کہ الفاظ توہین آمیز ہیں تب بھی کہنے والے کے لیے کفر کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی

بارگاہ نہیں ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرشِ نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

سبب تالیف

یہی احترام نبویؐ اس تحریر کے لکھنے کا محرک بنا تاکہ جو نہیں سمجھتے ان کو ایک بار مزید سمجھایا جائے اور ان پر دلائل سے واضح کیا جائے کہ ان عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی توانائی اور وقت کیوں برباد کرتے ہو۔ جو نہ صرف متنازعہ ہیں بلکہ جن سے صریحاً توہین رسالت کی بو آتی ہے اور جن کو دفن کر دینا ہی بہتر ہے نہ کہ ان کی تائید و حمایت پر کمربستہ ہو جانا۔ چنانچہ راقم کو سندھی زبان میں تحریر کردہ اسی قسم کی ایک ضخیم کتاب بعنوان "بریلوی کیوں نہ بنا" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے مصنف حافظ غلام محمد میمن ہیں۔ یہ بزرگ ریٹائرڈ معلم ہیں اور عمر عزیز ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جس عمر میں عموماً انسان یاد اللہ میں مصروف رہتا ہے اور آخرت کی تیاری میں لگا رہتا ہے اور اس کو صرف اور صرف اپنی نجات کی فکر ہوتی ہے۔ اس وقت ایسی عبارات کی حمایت میں توانائی اور سرمایہ صرف کرنا جن پر نہ صرف برصغیر کے علماء نے بلکہ علماء حرمین شریفین نے بھی کفر کے فتوے صادر فرمائے تھے۔ اب چاہے ان عبارات کے مصنفین کی نیت تحقیر کی نہ ہو۔ مگر ان عبارات کے الفاظ موہم تحقیر ضرور ہیں جن کو جب بھی مسلکی عصبیت سے الگ ہو کر دیکھا جائے گا، تحقیر و توہین ضرور محسوس ہو گی۔

اس وقت جب مسلمانانِ عالم دنیا میں ہر طرف سے دبائے اور مٹائے جا رہے ہیں کیا یہ مناسب ہے کہ ایسی کتابیں شایع کی جائیں اور ان میں ایسی عبارات کی حمایت میں لکھا جائے، جن سے عظمت مصطفیٰؐ داغ دار ہو رہی ہو؟ کیا اس سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان نہیں پہنچے گا؟ کیا وہ مزید اختلاف و انتشار کا شکار نہیں ہوں گے؟ اور کیا اس طرح سے استعماریت کے مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔

استعماریت کی سازش

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان گستاخانہ عبارات کے پیچھے استعماریت کا ہاتھ تھا۔ وہ مسلمانوں کے دو جذبات سے خوفزدہ تھے ایک جذبہ جہاد، دوسرا عشق مصطفیٰ ﷺ، جذبہ جہاد سے مسلمان دنیا میں سرخرو تھے، اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی ان کو متحد و یکجا رکھے ہوئے تھی۔

چنانچہ انھی دو حقیقی جذبات میں دراڑیں ڈالی گئیں۔ ایک طرف جھوٹے مدعی نبوت کے ذریعہ جہاد بالسیف کی نفی کی گئی جس سے امت تقسیم ہوگئی، دوسری طرف مقام مصطفیٰ ﷺ کی تنقیص میں ایسی ایسی عبارات تحریر کروائی گئیں کہ جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کبھی نہیں ملے گی یعنی مسلم علماء کے قلم سے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ میں توہین و تنقیص کی جسارت۔

استعمار کی اس سازش کا ایک مرکز بر صغیر تھا جہاں مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی تھی دوسرا مرکز مشرقِ وسطیٰ، جہاں ان کے مقامات مقدسہ موجود تھے۔

چنانچہ ایک طرف بر صغیر میں دعویٰ نبوت اور عبارات کفریہ کی وجہ سے مذہبی انتشار برپا کر دیا گیا تو دوسری طرف خلافت اسلامیہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپا گیا۔ اور اس سازش کے آلہ کار خود مسلمانوں کو بنایا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت اسلامیہ ختم ہوگئی اور اسلامی ممالک کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیئے گئے اور ان کے بیچ ارض مقدس فلسطین میں صیہونی ریاست قائم کر دی گئی اور ہمیشہ کے لیے اس کی جائز و ناجائز حمایت و نصرت کا عزم کیا گیا۔ اسی طرح حرمین شریفین پر ایسی حکومت قائم کر دی گئی جس کے علماء مسلمانوں کے سوادِ اعظم سے مختلف عقائد رکھتے تھے اور مذہبی تشدد میں انتہائی سخت تھے۔

اسی سازش کو علمائے حق نے اپنی فراست ایمانی سے محسوس کر لیا اور اس کے سدباب کے سلسلے میں خود کو وقف کر دیا۔ انھوں نے تحریر و تقریر کے ذریعہ سے مسلمانوں کو عظمت مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ رکھا اور استعمار کے ایجنٹوں کی کارستانی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بس یہی ان کا قصور تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو اسود الکاذب، مفتری الکاذب، مجدد الضالین، مجدد التضلیل، مجدد الدجالین اور نہ جانے کیسے کیسے قبیح القابات سے نوازا گیا۔ مگر یہ مخالفت ان کے لیے صد افتخار ہے کہ فخر موجودات ﷺ کے مقام اقدس کی حمایت کرنے کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہا

گیا۔ اور یہ کام عربی، اردو، دونوں زبانوں میں کیا گیا۔

اب ایک بار پھر بزبان سندھی ان عاشقانِ صادق کے خلاف محاذ کھولا گیا ہے۔ اور روح ابلیس کو خوش کیا گیا ہے۔ بطور عنوانات ان کی کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں مصنف کی اپنی سوانح حیات ہے۔ دوسرے حصے میں کفریہ عبارات کی حمایت میں پورا زور صرف کیا گیا ہے تاکہ کسی طرح سے ان کو غیر توہین آمیز ثابت کر کے ان کے مصنفین پر سے کفر کے فتوے دور کیے جائیں۔ تیسرے حصے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی مخالفت برائے مخالفت ہے اور مسلکی عصبیت کی وجہ سے مصنف کو ان کے مثبت علمی کارناموں میں بھی کیڑے نظر آرہے ہیں۔ چوتھا حصہ تصوف کے تعارف کے بارے میں ہے جس کا بظاہر کتاب کے عنوان کی مناسبت سے کوئی ربط نہیں مگر پھر بھی لکھا گیا ہے۔

یہ تحریر مذکورہ کتاب کے دوسرے حصے کے تحقیقی جائزے پر مشتمل ہے تاکہ ان کفریہ عبارات کی سنگینی کو دلائل کے ساتھ کھل کر بیان کیا جائے۔ باقی رہا اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے علمی کارناموں پر تنقید کا جواب تو یقیناً کوئی نہ کوئی ماہر رضویات ضرور اس خصومت کا دندان شکن جواب لکھے گا۔ بلکہ اردو زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی ان اعتراضات کے جوابات پہلے سے موجود ہیں۔

کتاب کی ترتیب

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول: اس میں تحذیر الناس مؤلفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی کی عبارات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ دوم: اس حصہ میں براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی عبارات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ سوم: اس حصہ میں حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارت کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چونکہ حامیان عبارات کفریہ کو یہ عام شکایت رہتی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان

عبارات میں علمی خیانت سے کام لیا ہے اور ان کو توڑ مروڑ کر کفریہ عبارات بنا ڈالا ہے۔ ورنہ یہ عبارات کفریہ نہیں ہیں اس لیے ہم نے ان عبارات کو ان کے سیاق و سباق کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے گرفت کردہ الفاظ کو خط کشیدہ سے واضح کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہے۔

"حصہ اول"

اعلیٰ حضرت پر کفر سازی کے الزام کی تردید

اس سے پہلے کہ ہم تحذیر الناس کی عبارت کا جائزہ لیں۔ مخالفین کے اس الزام کی حقیقت دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے پاس کفر سازی کی کون سی مشین تھی جس سے جس کو چاہا کافر بنا ڈالا۔ یہ الزام ان کے مخالفین ہر جگہ دھراتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ ان پر محض افترا اور کذب بیانی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کفر کا فتویٰ دینے میں حد درجہ محتاط واقع ہوئے تھے۔ جب تک اتمام حجت نہ کر لیا کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت مولوی اسمٰعیل دہلوی کی عدم تکفیر ہے۔ چنانچہ تمہید ایمان میں لکھتے ہیں:

"حاشاللہ حاشاللہ ہزار بار حاشاللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں۔ امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا (۱) کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے"۔

پھر فرماتے ہیں:

"غایت احتیاط سے کام لیا حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العٰلمین و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا (۲) کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ "من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر" جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں

شک کرے خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شایع کیا۔ وذالک جزاء الظلمین"۔

(تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۳۴۔۱۳۵)

کوئی مسلمان ان عبارات کو صحیح نہیں کہہ سکتا

در حقیقت کوئی بھی مسلمان ان گستاخانہ عبارات کو (جن پر اعلیٰ حضرت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے) پڑھنے کے بعد صحیح نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی ان کی حمایت پر کمر بستہ ہوگا۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ بریلویوں کی مخالفت میں لوگ اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ باوجود اصل عبارات پڑھنے کے انھیں ان میں تنقیص رسالت کا پہلو نظر نہیں آتا اور باوجود کہ ان عبارات میں شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی کو حضور نبی کریم ﷺ کی علمیت پر بڑھایا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے علوم کا موازنہ پاگلوں اور جانوروں کے علوم سے کیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی نبوت کو بالفرض کہہ کر مانا گیا ہے، پھر بھی وہ ان کی حمایت و توضیح پر مصر ہیں۔ نہ جانے یہ کیسا اسلام ہے کیسی شریعت ہے، جس میں احترام نبویؐ لازم نہیں بلکہ ان علماء کا احترام فرض ہے جنھوں نے یہ کفریہ عبارات تحریر کیں ان پر آنچ نہ آنے پائے کیوں کہ وہ ان کے اکابر ہیں۔

تحذیر الناس کی عبارات کی تفصیل اور ان کا تجزیہ

سب سے پہلے تحذیر الناس کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی ان عبارات میں مقامِ رسالت کو گھٹایا گیا ہے؟ فضائل نبویؐ کا انکار کیا گیا ہے؟ اور دعوائے نبوت کا دروازہ کھولا گیا ہے؟ اور خاتم النبیینؐ کے انوکھے معنی بیان کیے گئے ہیں؟ آیئے بتفصیل مطالعہ کریں مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس کے شروع میں لکھتے ہیں:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہییں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ

آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم۔ آخر اس وصف میں اور قدو قامت و شکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

(تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتوی ۳۲)

اب آیئے اس عبارت میں غور کریں کہ کس کس مقام نبوت کا انکار کیا گیا ہے کن کن فضائل کو فضیلت سے خارج کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں مولوی صاحب نے عوام اور اہل فہم کے دو گروہ بیان کیے ہیں۔ عوام وہ جو حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی اس لیے سمجھتے ہیں کہ آپؐ سب سے آخر میں آئے اور آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی آپؐ کا آخر میں آنا عوام کے نزدیک فضائل میں سے ہے۔ مگر اہل فہم کا مسلک یہ بیان کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک پہلے آنے یا آخر میں آنے میں ذاتی طور پر کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے اس لیے اس کو اگر فضائل میں سے نہ سمجھیں تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی (سب سے آخر میں آنا) صحیح ہو سکتی ہے۔

خاتم النبیین کے معنی متواتر سے انکار

اب دیکھیے مولوی صاحب نے جس معنی کو عوام کا خیال لکھا ہے اس میں کون کون سی شخصیات آتی ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی "آخری نبی"، خود حضورؐ نے بیان فرمائے ہیں دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ بات ثابت کر سکے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خاتم النبیین کے معنی آخری

نبی کے علاوہ بھی بیان فرمائے ہیں۔ بلکہ اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" یعنی میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں تمام صحابہ، تابعین، محدثین، مفسرین اور مجتہدین نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی سمجھے ہیں۔ جس میں ختم زمانی، ختم مکانی اور ختم مرتبی تینوں انواع شامل ہیں کوئی ثابت کردے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی اس اصطلاح کے معنی متواتر ہیں اور قرآن مجید کے معنی متواتر کو عوام اور کم فہم لوگوں کا خیال قرار دینا قرآن مجید کے معنی متواتر کا انکار ہے۔ اور جو حکم الفاظ قرآن کے منکر کا ہے وہی حکم قرآن پاک کے معنی متواتر کے منکر کا ہے۔ یاد رکھیے کہ خاتمیت کی بنیاد صرف اور صرف ختم زمانی پر ہے۔ خاتم النبیین کے ظاہری معنی آخری نبی کے علاوہ کچھ نہیں تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف ختم زمانی مراد ہے اس میں کسی قسم کی تاویل اجماع امت کے خلاف ہے۔ مقام غور ہے کہ جس بات پر امت کا اجماع ہو اس کو عوام کا خیال قرار دینا کتنی بڑی جرأت ہے۔

فضائل نبوی کا انکار

پھر لکھتے ہیں کہ: "تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (۳)۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے"۔ یعنی کسی کا پہلے آنا یا آخر میں آنا کوئی فضیلت نہیں اس لیے اس کو حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف میں کیوں کر بیان کیا جاسکتا ہے۔ نانوتوی صاحب اتنا بھی نہ سمجھے کہ تکمیل دین کا تعلق تاخر زمانی پر ہے اور تکمیل دین فضیلت عظمیٰ ہے اس لیے تاخر زمانی یقیناً فضیلت کا وصف ہے۔ اور اس وجہ سے مقام مدح میں اس کا ذکر یقیناً درست ہے۔ پھر لکھا "ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے"۔ ان کا مطلب ہے آیت میں خاتم النبیین کے معنی تاخر زمانی اس وقت درست ہوں گے جب خاتم النبیین کی فضیلت کو فضائل میں شمار نہ کیا جائے (عجب تحقیق ہے) حالانکہ اوپر مذکور ہو چکا کہ تکمیل دین خود فضیلت عظمیٰ ہے۔ اس عبارت میں نانوتوی

صاحب نے ایک اور شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے قدو قامت، شکل ورنگ، حسب و نسب و سکونت کو بھی فضائل سے خارج کر دیا ہے جس طرح تاخر زمانی کے وصف کو فضائل سے خارج کر دیا ہے۔ حالانکہ محدثین کرام نے حضور ﷺ کے ان تمام اوصاف جمیلہ کو فضائل میں شمار کیا ہے اور ابواب المناقب میں ذکر فرمایا ہے۔ تعجب ہے نانوتوی صاحب جو تحذیر الناس میں فضیلت نبوی ﷺ کو ثابت کرنے کے مدعی ہیں ان اوصاف مقدسہ کو مقام مدح سے خارج قرار دے رہے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے کمالِ حسن وجمال پر دلیل ہیں ان سب اوصاف سے تو خود ذات مقدسہ نبویہ متصف ہے اور امت مسلمہ کا مسلک تو یہ ہے کہ لباس بشریت اور نعلین مقدسین میں بھی ایسی فضیلت پائی جاتی ہے کہ مسلمان ہر قیمت پر ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے اپنے دل میں آرزو اور تمنا رکھتے ہیں۔

ختم نبوت کی انوکھی تشریح

اب آیئے تحذیر الناس کے اس دوسرے جملے کی طرف جسے اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اور جس کے بارے میں بھی لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اس کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے ہم اس کو سیاق و سباق کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کے گرفت کردہ الفاظ کو خط کشیدہ سے واضح کرتے ہیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

> "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" (ص نمبر ۵۶)

لیجئے تحقیق انیق ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کا خاتم الانبیاء ہونا صرف یہ نہیں کہ آپ انبیاء گذشتہ کے خاتم ہیں بلکہ آپ کی خاتمیت ایسی پکی ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو آپ اس نبی کے آنے کے باوجود خاتم النبیین رہیں گے۔ مرزا قادیانی کے الفاظ اور ان الفاظ میں کیسی یکسانیت ہے یہ ہم بعد میں ثابت کریں گے آیئے آپ کو اس

تیسرے فقرے کی سیر کرائیں جس کو اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا دو جملوں کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور جس پر ان کو مطعون ٹھہرایا جاتا ہے کہ خیانت کی ہے حالانکہ آپ نے بطور ثبوت گستاخانہ جملوں ہی کو تو جمع کیا ہے اور کیا جرم کیا ہے کوئی ہے جو یہ ثابت کرے کہ ان کا مطلب اس کے علاوہ کچھ اور ہے جو اعلیٰ حضرت کی عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

مرزا قادیانی کی تشریح سے مماثل ختم نبوت کی تشریح

ختم نبوت کی اس طرح سے تشریح کی جا رہی ہے جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان کریں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں :

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہو گی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے" (ص ۷۶)۔

آیئے تینوں عبارات کے جملہ معترضہ کو ترتیب وار سمجھیں پہلی عبارت میں لکھا۔

۱) کہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا اس معنی میں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد (تاخر زمانی) اور آپ سب میں آخری نبی ہیں یہ عوام کا خیال ہے۔ اور اہل فہم اس سے کیا مراد لیتے ہیں ؟ وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ پہلے آنے یا آخر میں آنے میں کوئی ذاتی فضیلت کی بات نہیں۔

۲) دوسری عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خاتم کا یہ معنی لیا جائے جو مولوی صاحب نے تجویز کیا ہے تو پھر حضور نبی کریم ﷺ کی خاتم الانبیاء ہونا گذشتہ انبیاء ہی سے خاص نہیں بلکہ فرض کریں آپ کے زمانے میں بھی کہیں پر کوئی نبی موجود ہو تب بھی آپ کا

خاتم الانبیاء ہو نابد ستور باقی رہتا ہے۔

۳) تیسری عبارت سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خاتمیت ان کی نبوت کی طرح ذاتی ہے اور اس طرح ذاتی ہے کہ نہ صرف جو انبیاء موجود ہیں ان پر آپ کی افضلیت ثابت ہے بلکہ جو انبیاء بظاہر موجود نہیں اور اندازہ ہے کہ کہیں ہوں (افراد مقدرہ) تو ان پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو گی، اس لیے صاحبو بالفرض بعد زمانہ نبویؐ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

مقام غور ہے کہ کیسی انوکھی علمی تحقیق فرمائی جا رہی ہے اور علمی نکات کے کیسے بیش قیمت موتی بکھیرے جا رہے ہیں۔ کیا یہ امت مسلمہ کے اجماعی اور یقینی عقیدہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی صورت میں کسی بھی مقام کا نہ بالعرض نہ ظلی بروزی کوئی نبی نہیں آسکتا کا صاف انکار نہیں ہے؟ لفظ بالفرض کہہ کر خاتم النبیین کا ایسا معنی تجویز کیا گیا جس سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا راستہ ہموار ہو گیا۔ قادیانی اس علمی تحقیق کی بڑی داد دیتے ہیں اور کہتے ہیں "جماعت احمدیہ" خاتم النبیین کے معنوں کی تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا "۔(افادیت قاسمیہ ۱۶)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کے ساتھ ساتھ ان عبارات کی تائید و حمایت وہی شخص کر سکتا ہے جو دوپہر کے وقت ظہور آفتاب کے انکار کی جرأت کر سکتا ہو آج جب قادیانی اس عبارت کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں تو تحذیر الناس کے حمایتی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ تحذیر الناس کے حامیان بڑے دھڑلے سے یہ بات پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھیے فلاں فلاں جگہ پر مولوی قاسم نانوتوی نے عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کے مطابق پیش کیا ہے، وہ ختم نبوت (زمانی) کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن حامیان یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دفعہ کا انکار سیکڑوں دفعہ کے اقرار پر پانی پھیر دیتا ہے۔ کیا دعوائے نبوت کے باوجود غلام احمد قادیانی کی متعدد تحریرات موجود نہیں ہیں جن سے عقیدہ ختم نبوت کی حمایت کا پتہ چلتا ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا ختم نبوت کے بارے میں اقرار

چنانچہ لکھتے ہیں کہ :

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا"۔

(ازالہ اوہام از مرزاغلام احمد قادیانی ص ۴۱۱ مندرجہ روحانی خزائن نمبر ۳ ص ۵۱۱ بحوالہ ثبوت حاضر ہیں ص نمبر ۵۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"ماكان محمد ابا أحدمن رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين"

"یعنی محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام بغیر کسی استثناء کے، خاتم الانبیاء رکھا اور آنحضرت ﷺ نے لانبی بعدی سے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کے دروازے کے بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی آ کیسے سکتا ہے جبکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی ہے اور اللہ نے آپ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا"۔

(حمامۃ البشریٰ، ص ۸۱ تا ۸۴، از مرزاغلام احمد قادیانی مندرجہ روحانی خزآئن نمبر ۷ ص ۲۰۰، ۲۰۱، بحوالہ ثبوت حاضر ہیں ص نمبر ۵۷)

اس قسم کی کئی تحریرات موجود ہیں جن میں مرزا نے ختم نبوت پر اپنے ایمان کو ظاہر کیا ہے اور ان کے اصل فوٹو اسٹیٹ "ثبوت حاضر ہیں" نامی کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ختم نبوت کے بارے میں مرزا قادیانی تحذیر الناس کی تشریح سے متفق

اب یہی مرزا غلام احمد قادیانی جس کو عقیدہ ختم نبوت پر کامل یقین ہے، تحذیر الناس میں بیان کردہ ختم نبوت کی تشریح سے متفق نظر آتے ہوئے ختم نبوت کی وہی تشریح کرتے ہیں جو تحذیر الناس میں کی گئی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو در حقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت "آخرین منھم لما یلحقوا بھم" بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا"۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص نمبر ۱۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸، ص ۲۱۲، حوالہ ثبوت حاضر ہیں ص ۱۷۸)

اس اقتباس کو بغور پڑھیں اور پھر تحذیر الناس میں بیان کردہ نبوت بالعرض کی تشریح ملاحظہ کریں کیا مرزا قادیانی وہی زبان نہیں بول رہے ہیں جو تحذیر الناس میں بولی گئی ہے۔ یہ جس نبوت کو ظلی اور بروزی فرما رہے ہیں اسی طرح کی نبوت کو مولوی نانوتوی صاحب نبوت عرضی (بالعرض نبوت) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس طرح کی کئی تصریحات ہیں جو مرزا نے بیان کی ہیں، جن میں ختم نبوت کا بھی انکار نہیں مگر اسی نبوت سے فیض یافتہ کو کبھی ظلی نبی کہتے ہیں تو کبھی بروزی اور امتی نبی۔ مگر ان تمام دعوائے نبوت کے بعد یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس طرح کی نبوت سے مہر ختم نبوت نہیں ٹوٹتی اور حضور نبی کریم ﷺ بدستور خاتم الانبیاء باقی رہتے ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ ذرا اس عقیدہ کے تناظر میں تحذیر الناس کی تینوں

عبارات کو بغور پڑھیں پھر دیکھیں ان پر کیسے کیسے معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی ظلی نبوت اور تحذیر الناس میں بیان کردہ بالعرض نبوت میں مماثلت

آیئے اب ایک اور حقیقت دیکھیں جس میں نانوتوی صاحب نبوت کی بناء بیان کرتے ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات اور دوسرے نبیوں کی نبوت کو بالعرض (۴) قرار دے کر کیا ظلم ڈھا رہے ہیں لکھتے ہیں کہ :

"بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبویؐ دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے ... مثال درکار ہے تو لیجئے زمین وکہسار اور درودیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے ... سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپؐ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ایسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔

(تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتوی ص ۳۳۔۳۴۔۳۵)

اس عبارت میں خاتمیت کی بناء ظاہر کر کے وہ وہ اسرار بیان کیے گئے ہیں کہ جب آپ ان کی حقیقت سے واقف ہوں گے سر پیٹ لیں گے۔ آیئے تفہیم کی کوشش کرتے ہیں۔ مولوی

صاحب ثابت یہ کر رہے ہیں کہ چونکہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی وصف سے متصف ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بالعرض کے وصف سے متصف ہے۔ یعنی جیسے چاند کی روشنی اس کی ذاتی نہیں بلکہ وہ سورج کی روشنی سے فیض حاصل کرتا ہے اور سورج کی روشنی اس کی ذاتی ہے چنانچہ جتنے بھی انبیاء ہیں وہ چونکہ نور نبوت محمدیؐ سے فیض حاصل کرتے ہیں اس لیے چاہے وہ آپ کے زمانہ سے پہلے ہوں چاہے بعد میں ان کا سلسلہ تو آپؐ ہی کی نبوت پر ختم ہو گا کیوں کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی نبی کا جس کی نبوت بالعرض ہے آپ کے زمانے میں یا بعد میں آنے سے آپ بدستور خاتم الانبیاء رہیں گے۔ اور آپ جس طرح سے امت کے نبی ہیں اسی طرح انبیاء کے بھی نبی ہیں۔

آیئے اسی مفہوم کی عبارت مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات سے پڑھتے ہیں لکھتے ہیں:

> "یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت ﷺ سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے۔ نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیوں کہ وہ امتی ہے اور اس کا اپنا وجود کچھ نہیں (بالعرض نبوت) اور اس کا اپنا کمال نبی متبوع کا کمال ہے (یعنی اس کا ذاتی وصف نہیں)

(چشمہ مسیحی ص ۴۱، حاشیہ روحانی خزائن ص ۳۸۳، جلد ۲۰، بحوالہ "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" از پروفیسر محمد الیاس برنی، ص ۲۱۲)

مرزا محمود احمد قادیانی لکھتے ہیں:

> "آپؐ کے فیضان سے ایک ایسی نبوت ملتی ہے جو پہلے کسی نبی کی اطاعت سے نہیں ملتی تھی اور اس نبوت کا پانے والا امتی نبی کہلاتا ہے ... پس یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ مگر نبوت صرف آپؐ کے فیضان سے مل سکتی ہے"۔

(حقیقت النبوۃ از مرزا محمود احمد قادیانی ص ۲۲۸، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۲۱۴)

ان اقتباسات اور مولوی نانوتوی کی مذکورہ بالا عبارت پر غور کریں تو آپ پر ذاتی اور عرضی نبوت کی حقیقت ، کمالات نبوی، فضیلت نبوی، موصوف بالعرض کی موصوف بالذات سے کسب فیض اور خاتمیت کا دارومدار کس بات پر ہے ختم مرتبی پر یا ختم زمانی پر یہ سب اسرار منکشف ہو جائیں گے۔ اعوذ باللہ من ہٰذہ التاویلات فاسدہ۔ اصل عبارات کو ان کے سیاق وسباق کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے فیصلہ قلب سلیم پر ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی اس بات پر مصر رہے کہ "تحذیر الناس" تحقیق کا شاہکار ہے اور گمراہ کن کتاب نہیں، تو یہ عقیدہ اس کو مبارک ہو، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

"حصہ دوم"

براہین قاطعہ کی عبارات کا جائزہ

اس کے بعد براہین قاطعہ کی کفریہ عبارت کو اس کے سیاق و سباق کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے مصداق ہم ان کے مضامین و مفاہیم سے بری الذمہ ہیں۔ صرف حقیقت ظاہر کرنے کی خاطر غیر متعصب لوگوں کو اصلیت سے آگاہ کرنے کے لیے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ کون سا گروہ شانِ رسالت گھٹانے پر کمر بستہ ہے اور کون سا گروہ شانِ رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر سرگرم عمل ہے۔ اجر کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔

ان کفریہ عبارات کی اصلیت سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ کتاب "انوار ساطعہ" مولفہ مولانا عبدالسمیع رامپوریؒ سے اس عبارت کو لکھا جائے جس کے جواب میں مولوی خلیل احمد سہارنپوری ایسے بوکھلا اٹھے کہ شیطان کی حمایت میں کفریہ عبارات لکھ ڈالیں۔

انوار ساطعہ میں درج دلائل کی تفصیل

یہ کتاب مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب نے مولود شریف اور ایصال ثواب کے جواز میں تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں عقلی اور نقلی دلائل سے ان امور کو ثابت کرتے ہوئے مخالفین کے اس قول کارد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ "محفل میلاد میں حضورؐ کی تشریف آوری کا اعتقاد شرک ہے ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا"۔

چنانچہ مخالفین کے ان خیالات باطلہ کارد کرتے ہوئے مولانا عبدالسمیعؒ نے ان احادیث کو پیش کیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کا فرشتہ جو کہ حضورؐ سے کم رتبہ رکھتا ہے ہر جگہ حاضر ہے اور ہر ایک کو دیکھتا اور پہچانتا ہے اس کے بعد لکھا کہ موت کا فرشتہ تو پھر بھی مقرب فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے مگر یہ قدرت اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی دی ہے تو کیا یہ اللہ کے برابر آگئے؟ پھر مولانا نے عقلی دلیل دی ہے

کہ دنیا میں جہاں جایئے سورج چاند موجود ہوگا تو اگر کوئی کہے کہ سورج اور چاند ہر جگہ موجود ہے تو کیا وہ مشرک و کافر ہو جائے گا؟ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی روح جو ساتویں آسمان پر علیین (۵) میں موجود ہے۔ اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین یا زمین کے چند مقامات پر پڑ جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مظہرہ کو ہر طرف مثل شعاع شمس محیط ہو جائے تو کیا محال ہے۔ اور کیا بعید ہے" (۶) پھر کور بینوں کے لیے فرمایا "سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالی نے کھول رکھی ہے اس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھ کر کہہ دیتا ہے کہ چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادر زادیوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں پس اسی طرح روح نبوی کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطنی کھول دے (۷) اور پردہ اٹھا دے ہر جگہ انسان جلوہ احمدی دیکھ سکتا ہے۔
(انوار ساطعہ از مولانا عبد السمیع رامپوری مندرجہ براہین قاطعہ ص نمبر ۵۵۔۵۶)

دلائل کا کفریہ جواب

حضور ﷺ کی وسعت علمی اور روحانیت کی عظمت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ان عقلی اور نقلی دلائل کو تسلیم کیا جاتا۔ اور پھر جس بات کے قائل ان سب کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہیں اسے تسلیم کرنے میں کیسا تامل۔ مگر جائے حیرت کہ ان دلائل کے رد میں ایسی تحقیق علمی پیش کی گئی جس سے ابلیس کی روح خوش ہو کر جھوم اٹھی۔ اسی توہین آمیز گستاخانہ عبارت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے گرفت کی۔ یہ ایسی توہین ہے کہ جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم پھر بھی اس کو سیاق و سباق کے ساتھ لکھتے ہیں تاکہ مخالفین کو یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے کہ اعلیٰ حضرت نے نامکمل عبارت، توڑ مروڑ کر، کانٹ چھانٹ کر اس کو کفریہ بنا کر پیش کیا ہے ورنہ عبارت بے غبار اور تحقیق کا شاہکار ہے۔ یہ وہ اعتراض ہے جو حامیانِ کفریہ عبارات ہر عبارت کے بارے میں دھراتے ہیں چنانچہ مکمل اقتباس نقل کیا جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت کی گرفت کردہ عبارت کو خط کشیدہ کیا جاتا ہے تاکہ علماء دیوبند کے اس علمی شاہکار سے لوگ آگاہ ہو سکیں اور حامیان کو کوئی بہانہ تلاش کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں :

"آفتاب و مہتاب کو جو اس ہیئت و سعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مولف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہو گا دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مولف کا مردود ہو گا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم۔ الحدیث (۸) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (۹)۔ ۰۰۰ الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ۰۰۰ پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔

(براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد سہارنپوری ص ۵۶،۵۵)

حضور علیہ السلام کی وسعت علمی کے لیے نص قطعی کا مطالبہ

اللہ کی پناہ! مولوی صاحب کو ملک الموت اور شیطان کے علم کی وسعت مشاہدے اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہو رہی ہے، اور رسول خداؐ کے علم کی وسعت کے بارے میں نہ ان کو مشاہدہ حاصل ہوا اور نہ ہی نص قطعی ملی۔ مقام حیرت کہ ایسے نبی سرورِ کائنات، وجہ تخلیق کائنات اور ختم مرتبی کے علم کی وسعت کے بارے میں نص قطعی کا مطالبہ ہو رہا ہے، جس کا وجود اقدس خود نص قطعی کی دلیل ہے۔ "آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رو متاب"۔ (جس طرح سورج کو روشنی کا حامل ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، سورج کا وجود خود دلیل قطعی ہے اگر دلیل چاہیے تو سورج کی طرف سے منہ مت پھیر)۔ کوئی منافق ہی حضور نبی کریم علیہ السلام کی وسعت علمی کے لیے ثبوت کا مطالبہ کرے گا، کسی مسلمان کو جرأت نہیں کہ ایسے توہین آمیز الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے، اور ایسے نبی کے علم کی وسعت پر ثبوت کا مطالبہ کرے جس پر تمام علوم و مراتب، کمالات و فضائل ختم کر دیے گئے جس پر تمام نعمتیں تمام کر دی گئیں، جس پر ایسی مکمل کتاب نازل کی گئی جو سراسر غیب ہے اور جس میں ہر چیز کا بیان ہے اگر کور بین مشاہدہ نہ کر سکیں تو یہ ان کا اندھا پن ہے۔ جس کو تمام علوم سکھائے گئے۔ سب سے بڑا غیب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کا مشاہدہ آپؐ نے معراج کے موقع پر کیا اسی وقت آپؐ پر تمام اولین و آخرین علوم ظاہر کیے گئے جس پر احادیث کثیرہ گواہ ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے کبھی آپؐ کی وسعت علمی پر اعتراض نہیں کیا وہ آپؐ کی عظمت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ صحیح ترین احادیث میں روایت ہے کہ صحابہ کرام آپؐ کے لیے "اللہ و رسولہ اعلم" جیسے الفظ استعمال کرتے تھے یعنی اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ وہاں اگر کوئی استعماریت کا ایجنٹ مولوی ہوتا تو صحابہ کرام سے حضور نبی کریم علیہ السلام کے علم کے بارے میں نص قطعی کا ضرور مطالبہ کرتا اور جب نہ ملتی تو شرک و کفر کا فتویٰ جاری کرتا کہ "اللہ اور رسول کے علم کو بغیر نص قطعی کے ملا دیا گیا ہے، اللہ کے ساتھ رسول کیسے جان سکتے ہیں؟"۔ اعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات۔

علم رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے منافقین نے اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ "محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اونٹنی فلاں وادی میں فلاں جگہ موجود ہے۔ وہ بھلا غیب کیا جانیں" یہ تھا حضور نبی کریم ﷺ کی وسعت علمی پر پہلا اعتراض جو منافقین کی طرف سے ہوا اور جس پر قرآن میں ان کے لیے مذمت کی آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ یہ لوگ ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہیں لہٰذا اب جو بھی حضور نبی کریم ﷺ کے وسعت علمی پر انگلی اٹھائے گا وہ منافق ہے اور نص قرآنی کے مطابق ایمان لانے کے بعد توہین رسالت کی وجہ سے کافر ہو چکا اور منافق کا ٹھکانہ دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ ہے۔

انھی کفریہ الفاظ پر اعلیٰ حضرت نے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ کیونکہ اس عبارت میں شیطان لعین کے علم کو نص سے ثابت کر کے حضور نبی کریم ﷺ کی وسعت علمی کے لیے نص کا مطالبہ کیا گیا اس طرح ابلیس لعین کے علم کو سید الانبیاء کے علم اقدس پر بڑھایا گیا اس طرح شیطان مردود کی وسعت علمی کا اقرار اور حضور نبی کریم ﷺ کی وسعت علمی سے انکار کیا گیا جو گستاخی ہے اور موجب کفر ہے۔

کتنی بڑی جرأت ہے کہ فرمایا جا رہا ہے کہ "حضور نبی کریم ﷺ کا ملک الموت سے افضل ہونے سے یہ ہر گز ثابت نہیں کہ جو امور ملک الموت سرانجام دیتا ہے ان امور میں حضور نبی کریم ﷺ کا علم ملک الموت سے زیادہ ہے ارے زیادہ تو دور کی بات آپ ﷺ کا علم ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی نہیں" (اللہ محفوظ رکھے ایسے عقائد سے، آمین)

صیاد خود اپنے جال میں گرفتار

اس مقام پر انھی کا ایک فتویٰ نقل کیا جاتا ہے جس کی زد میں یہ خود آ رہے ہیں۔ مولوی خلیل احمد نے مذکورہ بالا عبارت میں لکھا ہے کہ:

"ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔

یعنی جو امور ملک الموت کو تفویض کیے گئے ہیں ان امور میں حضور نبی کریم ﷺ کا علم ملک الموت سے برابر بھی نہیں تو زیادہ تو دور کی بات ہے۔

اب دیکھیے المہند (عقائد علماء دیوبند) میں ان کا فتویٰ، لکھتے ہیں :

"جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم ﷺ سے اعلم ہے وہ کافر ہے"

(المہند علی المفند از خلیل احمد سہارنپوری ص ۵۷)

یہ کتاب علماء دیوبند کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس فتویٰ سے صیاد خود اپنے ہی جال میں پھنس کر گرفتار کفر ہو چکا ہے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کے علوم میں نقص تلاش کرے گا وہ دنیا میں بھی روسیاہ ہوگا اور آخرت میں تو عذاب دائمی اس کا مقدر ہو ہی چکا ہے۔

محفل میلادِ رسولؐ سے نفرت کا اظہار

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت سے انکار و تنقیص یہاں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر اس چیز سے جس کا تعلق نبی پاک سے ہے یہ لوگ اپنی نفرت کا اظہار کس کس انداز سے کرتے ہیں اس کا ثبوت براہین قاطعہ ہی میں موجود ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی سے محفل میلاد کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں قیام کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے جواب میں طویل فتویٰ جاری کیا گیا جس میں قیام کو بدعت، ناجائز، منکر، فسق اور حرام جیسے القابات سے نوازا گیا ہے بلکہ خود محفل میلاد کو ہی ناجائز، فسق اور حرام قرار دے کر اس کو مثل کرشن کنھیا کے جنم دن سے مشابہ قرار دیا گیا چنانچہ لکھا :

"روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت (۱۰) کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپؐ کی ولادت کا ٹھیرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہے یہ خرافات فرضی بناتے ہیں اور

اس امر کی شرع میں کہیں نظیر ہی نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے لہذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھیرا۔ یا یہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد میں روح پر فتوح اس مجلس پر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور میں تشریف لاتے ہیں معاذ اللہ تو اگر یہ عقیدہ ہے کہ آپ عالم غیب ہیں تو یہ عقیدہ خود شرک ہے قرآن میں ہے:

وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو الاية، لوكنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء الاية٥

پس بایں عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم الغیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل وجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے احاد وظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ضعاف موضوعات سے تو باب تشریف آوری میں کون سی روایت قطعی ہے جس پر یہ عقیدہ کیا جاوے تو بس یہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان ہے ایسی صورت میں قیام بایں زعم گناہ کبیرہ ہووے گا الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک جو تھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں"۔

(براہین قاطعہ ص نمبر ۱۵۲)

محفل میلاد کی کرشن کنہیا کے جنم دن سے تشبیہ

استغفر اللہ کہاں وہ فخر موجودات ﷺ اور کہاں کرشن کنہیا جو بھی کنہیا کے حالاتِ زندگی سے واقف ہیں۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح کے فحش اور شرمناک فرضی واقعات کرشن کنہیا کی زندگی سے منسوب ہیں۔ جرأت تو دیکھیے کہ سرور دو عالم ﷺ کے فضائل اور واقعات ولادت کے تذکرے کے لیے منعقدہ بابرکت محفل کو "مجلس پُر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فُساق و فُجار" قرار دے کر نہ صرف اس کو کنہیا کے جنم دن

سے تشبیہ دی ہے بلکہ محفل میلاد منعقد کرنے والے عاشقانِ رسول کو ہنود سے بھی بدتر کہا گیا ہے کہ ہندو تو صرف تاریخ معین پر کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں، مگر یہ ہر روز جب چاہے محفل میلاد منعقد کر لیتے ہیں جو کہ حرام اور فسق ہے۔

محفل میلاد میں قیام حرام

مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ محفل میلاد میں قیام حرام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے عقیدے کو حماقت سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ عالم الغیب ہیں (یعنی آپ کو محفل میلاد منعقد ہونے کا علم ہو جاتا ہے اور آپؐ تشریف لے آتے ہیں) تو یہ شرک ہے۔ اور اس وجہ سے قیام بھی شرک ہے (گنگوہی صاحب کی اس بات کی تردید خود ان کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ رحمہ اپنی کتاب ہفت مسئلہ میں کر چکے ہیں) مزید فرماتے ہیں کہ تشریف آوری کے لیے نص قطعی پیش کرو [یہ علماء دیوبند کی پرانی عادت ہے کہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے لیے نص قطعی کا مطالبہ کرتے ہیں] ورنہ یہ عقیدہ شیطانی دھوکہ ہے اور اتباعِ ہوا ہے۔ اس کے بعد فتویٰ مذکورہ میں قیام کی تمام صورتیں گنوا کر ان کو گناہ کبیرہ، بدعت، منکر، حرام، فسق، کفر اور شرک قرار دیا ہے۔ عیاذاً باللہ۔ [جبکہ ان کے مرشد مربی نہ صرف محفل میلاد منعقد کرتے تھے بلکہ قیام بھی کرتے تھے اور لطف و لذت پاتے تھے۔ دیکھئے ہفت مسئلہ]

کیا جن لوگوں کو محفل میلاد میں شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اس کی گواہی دیں گے کہ اس بابرکت محفل میں حضور ﷺ کی ولادت کا سانگ (ڈرامہ) کیا جاتا ہے؟ یا کرشن کنہیا کے جنم دن کی طرح ولادت کی نقل اتاری جاتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ من گھڑت خرافات اس لیے گھڑے گئے کہ محفل میلاد کی مذمت کر سکیں۔ اور اپنی نفرت اور شقاوت قلبی کا اظہار کر سکیں۔

مکر و فریب کا مظاہرہ

جب علماء حرمین شریفین نے ان پر کفر کے فتوے صادر کیے اور ان سے ان کفریہ عبارات پر استفسارات کیے، ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ تم نے کسی رسالے میں یہ ذکر کیا

ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ولادت کا ذکر کنہیا کے جنم اشٹمی (یوم ولادت) کی طرح ہے یا نہیں ؟اس کے جواب میں اپنا اصل عقیدہ چھپاتے ہوئے اور مکر وفریب سے کام لے کر غلط بیانی کرتے ہوئے "المہند" میں جواب لکھا کہ :

"یہ بھی مبتدعین دجالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب تر اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے"۔(المہند علی المفند، ص نمبر ۶۷ از خلیل احمد سہارنپوری)

ایک بار پھر مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کو شروع سے مطالعہ کریں۔ پھر اپنے اندر کے مفتی سے پوچھیں کہ محفل میلاد منعقد کرنے کو مثل ہنود کے جو سانگ کنہیا کا ہر سال کرتے ہیں سے مشابہت دی ہے یا نہیں ؟بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ہنود تو سال میں ایک بار تاریخ معین پر جنم دن مناتے ہیں اور یہ محفل میلاد جب چاہے منعقد کر لیتے ہیں چنانچہ یہ تو ہنود سے بھی دو ہاتھ بڑھ کر ہیں۔ پھر خبث باطن کی وجہ سے لکھا کہ یہ جو حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے لیے تعظیماً قیام کرتے ہیں یہ تو وقت ولادت کے وقت تو صحیح تھا جو ایک بار ہوئی یہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے کہ ذکر ولادت کے وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یہ اعادہ ہر روز ولادت کا مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہے جو ہر سال کرتے ہیں۔ فرمائیے یہ دیوبندیوں پر بدعتیوں اور دجالوں (اشارہ بریلویوں کی طرف ہے) کا بہتان ہے یا خود ذکر ولادت شریفہ کو فعل کفار سے مشابہ قرار دے کر بدعتی اور دجال بن چکے ہیں۔

بعض حامیانِ دیوبند کہتے ہیں کہ ذکر ولادت رسول سعادت عظمیٰ ہے اس سے تھوڑی ہمارے علماء نے منع کیا ہے بلکہ اس محفل سے منع کیا ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر جان کر ان کی تشریف آوری کی تعظیم میں قیام کیا جاتا ہے اور اس محفل سے منع کرتے ہیں جس میں فرضی وضعی روایات بیان کی جاتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

آیئے قارئین ان کے اس دجل وفریب کا پردہ چاک کریں مولوی رشید احمد گنگوہی

سے سوال کیا گیا کہ "انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں"۔ (یعنی اگر محفل میلاد میں قیام نہ کیا جائے اور صحیح روایت بیان کی جائیں تو صحیح ہے یا نہیں) تو جواب میں فرمایا گیا "الجواب :انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۷۲)۔ ملاحظہ کریں محفل میلاد سے نفرت کی صورتِ حال۔ یہ نفرت یہاں تک محدود نہیں بلکہ رسولؐ کے گھر والوں تک وسیع ہے ذکر شہادت امام حسینؓ کے بارے میں فرمایا گیا: "محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں (دیکھو فتاویٰ رشیدیہ ص نمبر ۱۳۹)

یعنی یہ کام ویسے تو صحیح اور جائز نہیں مگر روافض سے مشابہت کی وجہ سے حرام بھی ہیں۔ مقام حیرت ہے کیا نماز پڑھنا ترک کردیں کہ روافض پڑھتے ہیں، داڑھی رکھنا چھوڑ دیں کہ روافض رکھتے ہیں، مدارس قائم کرنا چھوڑ دیں کیونکہ روافض سے تشابہ ہو جائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر، محتاجوں کی امداد، حسن اخلاق اور وہ تمام شرعی امور جن کو روافض کرتے ہیں صرف ان سے مشابہت کی وجہ سے ترک کر دیں۔ مقام حیرت ہے کہ مولوی صاحب یہ بنیادی اور اصولی بات بھی نہیں جانتے کہ ان امور میں تشابہ بالکفار حرام ہے جو کفار کے مذہبی شعار ہوں اور ان کا مذہب اسلام سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی بھی تعلق نہ ہو مثلاً: عیسائیوں کا "کراس"، ہندوؤں کا ماتھے پر ٹیکہ وغیرہ مگر یہ کیا انصاف ہے کہ ذکر رسول اور ذکر اہل بیت رسول، ہم صرف اس لیے نہ کریں کہ ان کو روافض بھی کرتے ہیں یہ ظلم اور جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر ان امور کو بدعت کہہ کر بھی منع کیا جائے تو بھی جہالت ہے کیونکہ شرع میں بدعت ان غیر دینی امور کو دین میں داخل کرنے کا نام ہے جن سے کوئی سنت ، ٹ رہی ہو۔ مگر جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر مقصود ہے اب اس کے لیے مشائخ نے بعض تخصیصات و تعینات مثلاً، اشغال و مراقبات اسباق و رسوم و خانقاہ جات مقرر کر لیے ہیں جو کہ مقصود نہیں بلکہ مقصود تک پہنچانے والے ہیں اور جن کے قائل و عامل خود اکابرین دیوبند ہیں کیا ان کو بھی بدعت و حرام کہہ سکتے ہیں ؟ اگر کسی میں ہمت ہے تو کہہ کر دیکھے پھر

ہم اسے بتائیں گے کہ اس نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی طرح تذکرِ رسول و تعظیمِ رسول ﷺ اور ذکرِ اہلِ بیت بنسبت قرابتِ رسول اللہ ﷺ مقصود ہے اب اگر کوئی یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بعض ذرائع اختیار کرتا ہے اور محافل منعقد کرتا ہے جن میں صحیح روایت کے ساتھ واقعات کا ذکر ہوتا ہے اس کو ناجائز اور حرام کہنا شقاوت و جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر یہ تصویر کا ایک رخ ہے اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجیے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ یہ کیسی شریعت سکھائی جارہی ہے کہ جس میں تعظیمِ رسول اللہ ﷺ تو حرام اور شرک ہے مگر ہندوؤں کے مذہبی تیوہار ہولی اور دیوالی کی مٹھائی اور پوریاں حلال ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی سے استفسار کیا گیا کہ:

"ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد، حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں"۔

جواب دیا گیا:

الجواب: "درست ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص نمبر ۶۱۴)

ہندو مذہب سے واقف لوگ جانتے ہوں گے کہ یہ ہولی اور دیوالی کس نسبت سے منائی جاتی ہیں اور کس کس ہندو دیوتا سے ان کی نسبت ہے ان دیوتاؤں کی نسبت سے اس دن مشرک نجس کے ہاتھ سے پکایا ہوا کھانا اور مٹھائی کھانا جائز اور آقائے نامدار کی ولادت کی خوشی میں پکایا ہوا کھانا حرام، امام حسینؓ کی نسبت سے سبیل اور شربت حرام۔ عقل زحیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔

گنگوہی صاحب کے مرشد کا محفل میلاد منانا اور اس میں قیام کرنا

اب آیئے یہ دیکھیں کہ محفل میلاد اور اس میں قیام جس کو مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب شرک، حرام، فسق، بدعت، ناجائز اور گناہ کبیرہ وغیرہ جیسے القابات سے نوازتے رہے ہیں۔ اس کے بارے میں ان کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جن کو یہ لوگ امیر المومنین، غوث الکاملین، منبع برکات قدسیہ، معدن معارف الٰہیہ، مظہر فیوضات مرضیہ لکھتے ہیں: وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیالات کو ان کی تصنیف کردہ کتاب "ہفت

مسئلہ" سے نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں :

"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔

("فیصلہ ہفت" مسئلہ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مشمولہ کلیات امدادیہ ص نمبر ۸۰)

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حاجی صاحب" محفل میلاد میں حضور نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے کو عقلاً و نقلاً ممکن کہتے ہیں اور اس بات کو وہ حضور نبی کریم ﷺ کے علم و روحانیت کی وسعت کے آگے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رقم طراز ہیں :

"رہا اعتقاد کہ مجلس مولود میں حضور پر نور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے"۔ (ایضاً ص نمبر ۷۹)

اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو اس کی جزا عطا کرے جس اعتقاد کے لیے ان کا مرید نص قطعی کا مطالبہ کر رہا تھا اس کو ایسا مسکت جواب عنایت کیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور جب یہ فرمایا کہ متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا یا مجلس کے انعقاد کا آپؐ کو علم ہونا یہ آپؐ کے علم و روحانیت کی وسعت کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے تو ثابت ہو گیا کہ حاجی صاحب عظمت رسول ﷺ سے پوری طرح آگاہ تھے، اپنے ناخلف مریدوں کی طرح نہیں کہ جب بھی علم رسول اور عظمتِ رسول کی بات آئے تو نص قطعی کا مطالبہ کرنے لگیں اور جب حضور نبی کریم ﷺ کے علم کی نفی کرنے پر آئیں تو موضوع اور بے اصل روایات سے سند پکڑیں۔ ان باغی

مریدوں کا کام دیکھو کہ ان کا مرشد محفل میلاد منعقد کر رہا ہے بلکہ اس کو ذریعہ برکات سمجھ کر قیام میں لطف ولذت بھی اٹھا رہا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کو بھی ممکن جانتا ہے جبکہ مرید کے نزدیک محفل میلاد، قیام، اور آمد رسول ﷺ حرام، شرک، کفر، بدعت، گناہ کبیرہ وغیرہ یعنی خود ہی اپنے مرشد کو مشرک، کافر، بدعتی، فاسق اور نہ جانے کیا کیا بنا ڈالا جن کا مرشد ایسا ہو مریدوں کا کیا بنے گا کیونکہ انھوں نے تو ایک ہی وار میں مرشد کا جھٹکا کر ڈالا۔ اب اگر مولوی رشید احمد یہ کہیں کہ "شریعت کے معاملات حاجی صاحب کو کیا معلوم ہم نے ان سے طریقت میں بیعت کی ہے شریعت کے معاملات میں تھوڑی بلکہ شریعت کے معاملات وہ ہم سے پوچھیں گے"۔ تو صاحبو یہ کون سی طریقت ہے جو شریعت سے مختلف ہے کیا ایسے پیر سے بیعت کی جا سکتی ہے جو شریعت کے اعتقادی مسائل سے جاہل ہو اور ان کے خیال فاسد کے مطابق امور حرام اور فسق میں مبتلا ہو اور شریعت کے اعتقادی مسائل سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اعتقادی مسائل میں کتاب "ہفت مسئلہ" لکھ ڈالے کیا فرماتے ہیں ایسے پیر کے بارے میں اور اس کے مریدوں کے بارے میں جواب حامیان کے ذمہ ہے۔

"حصہ سوئم"

اب ہم حفظ الایمان (جس کو "حبط الایمان" یعنی ایمان کی بربادی کہا جائے تو زیادہ صحیح ہے) کی کفریہ عبارت کا مکمل تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں، جو کہ اپنی شقاوت وخباثت میں تمام گستاخانہ عبارات پر بھاری ہے۔

عبارت سے غلط مطلب اخذ کرنے کا الزام

اس عبارت کے بارے میں بھی حامیان کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس کو توڑ مروڑ کر صرف اپنے مطلب کی عبارت لی ہے اور اس میں سے توہین کا پہلو بر آمد کیا ہے باقی سیاق و سباق کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی عجیب مکر ہے جو حامیان ہر عبارت کے بارے میں دھراتے ہیں اسی لیے ہم نے تمام عبارات کو مکمل سیاق و سباق سے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے جو عبارت لی ہے اس کے نیچے خط کھینچا ہے تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت نے کوئی بد دیانتی نہیں کی اور نہ ہی علمی خیانت کی ہے بلکہ توہین آمیز عبارات پر علماء حرمین شریفین کے فتوے حاصل کرنے کے لیے انھوں نے صرف عبارات معترضہ ہی کو لیا ہے جیسا کہ اصول ہے۔ اصل میں دیکھنا تو یہ ہے کہ جن عبارات کو اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کیا وہ نا مکمل جملے ہیں ؟ یا مکمل جملے ہیں جن سے مطلب صاف ظاہر ہے۔ یا یہ عبارت معترضہ توہین آمیز ہیں یا نہیں ہیں ؟ جب یہ ثابت ہو جائے گا تو مذکورہ بالا اعتراض خود بخود ختم ہو جائے گا۔

اس الزام کی وضاحت

آیئے ہم اس بات کو مزید وضاحت سے سمجھاتے ہیں۔ کوئی شخص کسی عالم کو گالی دیتا ہے اور اس کو اس کے الفاظ سے تکلیف پہنچتی ہے چنانچہ وہ یہ مقدمہ ارباب حل وعقد کے پاس لے جاتا ہے۔ وہاں گالی دینے والے کے الفاظ پر غور ہوتا ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی الفاظ توہین آمیز تھے اور مدعا علیہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ معافی مانگے اور اپنے الفاظ سے رجوع کرے مگر مدعا علیہ اپنے کلام کی وضاحت وتشریح کرنے لگ جاتا ہے اور یہ موقف اختیار کرتا

ہے کہ حضرات آپ کو کلام سمجھنے میں شدید غلط فہمی ہوئی ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جن توہین آمیز الفاظ کو مدعی نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اور آپ نے جو ان کا مطلب سمجھا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ آپ ان توہین آمیز الفاظ کے سیاق و سباق سے ناواقف ہیں میں نے جس تناظر میں یہ الفاظ کہے ہیں پہلے اس پر غور کرو تو گالی کے الفاظ توہین آمیز نہیں رہیں گے دیکھیے میں نے ان سے کہا تھا، اے علم و حکمت میں پاگل، سور، گدھے، بندر اور کتے کے برابر عالم! تو اس پر یہ چراغ پا ہو گیا اور غصہ سے بھڑک اٹھا۔ پھر میں نے اس سے کہا حضرت صبر و تحمل سے کام لیجیے کیا آپ کا علم خدا کے علم کی طرح ہر چیز پر محیط ہے کہ آپ کو عالم کہوں اگر ہاں کہتے ہو تو کافر و مشرک ہو اور اگر نا کہتے ہو تو پھر ان بعض علوم میں جس کی وجہ سے تم کو عالم کہا جاتا ہے تمھاری کیا تخصیص ہے کہ تم کو عالم کہوں کیونکہ ایسے بعض علوم تو ہر پاگل، سور، بندر، گدھے، کتے اور ہر چوہڑے چمار کو بھی حاصل ہوتے ہیں تو کیا ان کو بھی بعض علوم کی وجہ سے عالم کہوں اگر نہیں تو تمھیں کس طرح کہہ سکتا ہوں اور ان بعض علوم میں تمہاری کیا فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جس میں انسان تو کیا جانور اور چوپائے تک شامل ہوں۔

اب بچارہ مدعی اور منصفین برابر یہ کہتے رہیں کہ اے شخص یہ عبارت ہی توہین آمیز ہے کیونکہ تم نے عالم کے علوم کی تشبیہ و موازنہ رذیل و غلیظ اشیاء سے کیا ہے اور الفاظ "ایسے بعض علوم" کہہ کر توہین کی ہے کیا عالم کا قرآن و سنت پر مبنی علم ان ذلیل جانوروں کو حاصل ہے کہ تم نے ان سے مقابلہ کیا ہے۔ مگر صاحب مدعا علیہ اور اس کے حمایتی کمر کس کر اتر آئیں اور لگیں لفظ "ایسا" کی لغوی و اصطلاحی تشریحات کرنے بعض کہیں یہ کلمہ تشبیہ کا ہے۔ "اتنا" اور "اس قدر" تو نہیں کہا کہ توہین ہوتی بعض حواری یہ کہنے لگیں کہ نہیں جناب اس کا مطلب "اتنا" اور "اس قدر" ہی ہے یہ دجال مدعی خواہ مخواہ تشبیہ مراد لے رہا ہے۔ منصفین لاکھ کہیں کہ جناب یہ دجال مدعی ہی کا خیال نہیں ہے بلکہ آپ کا حمایتی مدنی صاحب ٹانڈوی بھی یہ فرماتے ہیں مگر چاند پوری در بھنگی کسی کو نہ مانے اور مذکورہ بالا توہین آمیز عبارت میں لفظ "ایسا" کے معنی "اتنا" اور "اس قدر" متعین بھی کر دے چلو چھٹی ہوئی دونوں طرف کی تشریحات سے بچارہ مدعا علیہ ہی گستاخ ثابت ہو رہا ہے اپنے موکل کو بچاتے بچاتے اس کو مجرم بنا ڈالا۔

قارئین سے گذارش ہے کہ اس وضاحت کو ضرور ذہن میں رکھیں کیونکہ حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور نبی کریم ﷺ کے علوم کے بارے میں جو گستاخی کی ہے اور آپ کے علوم کو "بعض علوم" کہہ کر جس طرح ان کو جانوروں اور پاگلوں کے علوم سے تشبیہ دی ہے اس کو سمجھنے کے لیے مذکورہ بالا وضاحت کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح سے اپنا دامن بچانے کے لیے لفظ "ایسا" کی متضاد تشریحات خود ان کے علماء کی طرف سے کی گئیں ہیں۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ چاندپوری کی تاویل کی بناء پر مولوی حسین احمد پر کفر لازم آتا ہے اور مولوی حسین احمد مدنی کی تاویل و توجیہہ سے مولوی مرتضیٰ کافر ہو جاتے ہیں اور دونوں کی تشریحات سے مولوی اشرف علی تھانوی پر کفر ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔ بڑے شرم کی بات ہے تشریحات اور تاویلات سے ایک دوسرے کو کافر بناتے رہے۔ مگر یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس عبارت ہی کو خارج کر کے اور اس سے رجوع اور توبہ کرتے ہوئے کوئی واضح اور صاف عبارت درج کر دیتے جو بالکل بے غبار ہوتی۔ مگر جناب ۲۵ سال کے بعد مولوی صاحب نے جب یہ دیکھا کہ غیر تو خفا ہیں ہی اپنے بھی دبے دبے الفاظ میں اپنے خدشات کا اظہار کر رہے ہیں تو پھر بڑی خوشامدوں اور منتوں کے بعد پرانی عبارت کے الفاظ سے رجوع نہ کرتے ہوئے اور نہ ہی اس کو غلط سمجھتے ہوئے صرف اس وجہ سے بدلا کہ لوگ اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کے مریدان اور حامیان کو انھیں حق بجانب ثابت کرنے میں بڑی دشواری پیش آ رہی ہے۔ ورنہ عبارت میں کوئی کفریہ بات نہیں۔ مگر بدلا بھی اس طرح کہ اصل عبارت میں صرف جانوروں اور پاگلوں کی جگہ "غیر انبیاء" کے الفاظ لکھے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ترمیم تھی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے علوم غیبیہ کا موازنہ عام انسانوں کے علوم سے کر ہی نہیں سکتے کیونکہ جو علوم عام انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں ان کو شرعی اصطلاح میں علوم غیبیہ کہہ ہی نہیں سکتے جیسا کہ آئندہ تفصیل میں واضح کیا جائے گا۔

غیب کے لغوی اور اصطلاحی معنی

اس سے پہلے کہ حفظ الایمان کی عبارت پر تجزیہ پیش کیا جائے یہ ضروری ہے کہ لفظ "

غیب" کے لغوی اور اصطلاحی معنی معلوم کیے جائیں اور یہ جانا جائے کہ شرعی اصطلاح میں ان علوم کو جو غیر انبیاء کو حاصل ہیں علوم غیبیہ کہہ بھی سکتے ہیں یا نہیں ؟

امام راغب اصفہانی "غیب" کے لغوی و اصطلاحی معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"الغیب (ض) غابت الشّمس وغیرھا کا مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے۔ غاب عنی کذا۔ فلاں چیز میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ۰۰۰ آیت کریمہ : یومنون بالغیب (۲۔۳) میں الغیب سے وہ تمام اشیاء اور حقائق مراد ہیں جو انسانی حواس سے ماوراہیں اور بداہت عقل سے ان کا علم نہیں ہو سکتا بلکہ انبیاء علیھم السلام کے خبر دینے سے ہی ان کا علم ہوتا ہے اور انھیں نہ ماننے کی وجہ سے انسان ملحد ہو جاتا ہے"۔

(مفردات قرآن ص نمبر ۷۷۱)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ :

"جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے ابو اسحاق زجاج نے یومنون بالغیب کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا جنت دوزخ اور ہر چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے"۔

(تاج العروس از علامہ سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی جلد نمبر ۱، ص ۴۱۶)

قرآن مجید میں علم غیب سے مراد

قرآن مجید میں کئی ایسی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی غیب جانتا ہے مثلاً :

" قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

(کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا)

(النمل۔ نمبر ٦٥)

اسی طرح سے کئی ایسی بھی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس رسول کو چاہتا ہے غیب سے باخبر کرتا ہے مثلاً:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۝

(وہ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے وہ پسند کرے) (الجن نمبر ۲۷۔۲٦)

یعنی عام انسان تو رہے درکنار رسولوں میں سے بھی جس کو چاہتا ہے صرف اسی کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

قرآن مجید کی تمام آیات کو ماننا واجب ہے

مسلمانوں کے لیے یہ واجب ہے کہ تمام قرآن پر ایمان لائیں۔ اگر قرآن کے کسی حصہ کو مانے اور کسی کو نہ مانے تو کافر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایک غیب تو وہ ہے جس کا مالک وعالم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے کسی کو اس میں کوئی ذرا سا بھی حصہ عطا نہیں کیا اس کو اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی کہتے ہیں اور یہی وہ غیب ہے جس کی مخلوق کی نسبت مطلق نفی کی گئی ہے۔ دوسرا وہ علم غیب ہے کہ جس کا مالک وعالم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے منتخب اور پسندیدہ بندوں کو عطا کیا ہے اور ظاہر کیا ہے۔ اس علم غیب کو بندوں کو عطا کرنے کی نسبت سے علم غیب عطائی کہتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے عالم الغیب نہیں بنایا بلکہ وہ خود ذاتی طور پر اپنی ذات میں عالم الغیب ہے۔ اور رسولوں اور انبیاء کرام میں سے وہ جسے چاہتا ہے اسے علم غیب عطا کرتا ہے جسے وہ رسول خود نہیں جان سکتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا علم غیب

اسی طرح سے نص قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو وہ تمام علوم عطا کیے جو وہ پہلے نہیں جانتے تھے اب وہ کون کون سے علوم ہیں یا ان کی مقدار کیا تھی یہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو دینے والا ہے یا حضور نبی کریم ﷺ کو خبر ہے جو لینے والے ہیں۔

مگر قرآنی آیات سے ہم اس کی وسعت اور عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں ارشاد خداوندی ہے :

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً ۝

ترجمہ : "اور تجھے وہ سکھایا جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا تجھ پر بہت بڑا فضل ہے"۔ (سورۃ النساء نمبر ۱۱۳)

اس آیت کے مفہوم سے خود اندازہ لگائیں کہ جس عطا کو بطور احسان اللہ تعالیٰ فضل عظیم فرما رہے ہیں، اس کی وسعت و عظمت کیا ہو گی۔ دنیا کا کوئی بھی بادشاہ کوئی عام چیز دے کر اس کو بطور احسان فضل عظیم نہیں کہے گا، جب تک کہ وہ چیز غیر معمولی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے وہ کس طرح عام عطا کو فضل عظیم فرمائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اس وسعت علمی کو خود علمائے دیوبند بھی علمائے حرمین شریفین کے آگے تسلیم کر چکے ہیں اور اس کو اپنے عقائد کی کتاب "المہند" (عقائد علمائے دیوبند) میں لکھ چکے ہیں کہ "حضور نبی کریم ﷺ کو علوم ذات و صفات الٰہیہ، تشریعات یعنی احکام عملیہ و احکام نظریہ، حقیقت ہائے حقہ، اسرار مخفیہ اور علوم اولین و آخرین کا علم عطا ہوا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول ان علوم تک پہنچ سکتا ہے" (ص ۵۶)

آیئے علوم کی وسعت کا ثبوت قرآن کی ایک دوسری آیت میں دیکھیں ارشاد خداوندی ہے :

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

ترجمہ : "اور یہ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں"۔ (سورۃ التکویر نمبر ۲۴)۔

اس آیت میں لفظ "الغیب" استعمال ہوا ہے، جس پر "الف لام" استغراقی داخل ہے چنانچہ اس لفظ کی تفسیر ہو گی "تمام غیوب" یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو مخلوقات سے متعلق کلی علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔ اسی لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو مخلوقات سے متعلق تمام علوم عطا کیے گئے ہیں جن کی وسعت یا تو دینے والے رب العالمین جانتے ہیں یا لینے والے رحمت اللعالمین، بندے کو کس نے اختیار دیا ہے کہ اپنی ناپاک زبان سے علوم نبی پر زبان درازی کرے۔ اگر علوم نبوی کے موازنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کسی ہم

منصب سے کرتے نہ کہ پاگلوں اور جانوروں سے عقل حیرت زدہ ہے کہ یہ کیسی مسلمانی ہے، کیسا ایمان ہے کہ جو زبان منافق اور دشمن رسول بولتے تھے آج وہی زبان نام نہاد علمائے اسلام بول رہے ہیں۔ آئیے اب اصل عبارت کی طرف چلتے ہیں۔

علم غیب کے بارے میں ایک استفسار

مولوی اشرف علی تھانوی سے سوال کیا گیا (خدا جانے یہ سوال کیا بھی گیا یا اپنی دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے انہی کو گھڑ آگیا واللہ اعلم بالصواب) کہ:

> ''زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں ''بالذات'' اس معنی سے عالم الغیب خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اور بالواسطہ اس معنی سے رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے بینوا توجروا''۔

مذکورہ استفسار کا جواب یوں بھی دیا جا سکتا تھا

اس سوال کا عام فہم اور سیدھا سادہ جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب بلاواسطہ، بالذات اور غیب المطلق (تمام معلومات الٰہیہ) ہے۔ یہی وہ علم ہے جس کی قرآن مجید میں مخلوقات کی طرف نفی کی گئی ہے۔ یہ لامحدود ہے اور اسی ذاتی علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عالم الغیب ایک شرعی اصطلاح ہے اور اس کا اطلاق صرف ذاتی علم غیب پر ہوتا ہے۔ کسی مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق کرنے سے اس کے علم کے ذاتی ہونے کا وہم پیدا ہوگا اس لیے مخلوق کے لیے اس اصطلاح کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسول کو غیب پر مطلع کرتا ہے اور جسے چاہے اس پر غیب کو ظاہر فرماتا ہے یہ وہ علم غیب ہے جس کی نسبت مخلوق سے کی گئی ہے اور اس کو عطا کیا گیا ہے۔ اس غیب سے مراد وہ امور ہیں جن کو انسان اپنے حواس اور بداہت عقل سے معلوم نہیں کر سکتا بلکہ اس غیب کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے رسولوں پر ظاہر کرتا ہے اس کو عطائی علم غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ متناہی ہے کیونکہ مخلوق کا علم چاہے کتنا ہی وسیع اور کثیر کیوں نہ ہو یہاں تک عرش سے

فرش تک اول سے آخر تک اور اس کے کروڑوں درجوں پر بھی ہو تب بھی محدود ہی رہے گا۔
اب چونکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں (چاہے وہ تھانوی صاحب کے عقیدے کے مطابق بعض علوم غیبیہ ہی کیوں نہ ہوں)۔ اور آپ پر اخبار غیب نازل کیے گئے اور آپ ان علوم غیبیہ کو جان گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ظاہر فرمایا۔ مگر چونکہ یہ علوم عطائے الٰہی ہیں نہ کہ آپ کے ذاتی اس لیے آپ کے لیے عالم الغیب کی اصطلاح کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ آپ کے لیے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر علم غیب کو ظاہر فرمایا ہے اور آپ کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور یہ جائز ہے۔ یہاں غیب سے مراد علم غیب عطائی ہے۔ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ "مطلع علی الغیوب" ہیں۔

اس طرح کا جواب درست اور مسلک فقہا و محدثین کے مطابق ہوتا

غور سے اس تحریر کا مطالعہ کریں اس میں نہ شانِ الٰہی کی تنقیص ہے نہ شرک اور نہ ہی اس طرح کے جواب سے شانِ رسالت میں کوئی تنقیص لازم آتی۔ بلکہ یہ مسلک فقہا اور محدثین کے مسلک کے مطابق ہے، اور امت کا کثیر گروہ اس کا قائل چلا آتا ہے۔ مگر جناب ایسے جواب کی تگ و دو وہ کرے گا جو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا قائل ہو گا۔ علم عطائی اور علم ذاتی کا فرق وہ سمجھائے گا جو حضور نبی کریم ﷺ کی وسعت علم کا معتقد ہو گا۔ وہ کیوں کرے گا جس کی نظر میں معاذ اللہ آپ کے علوم غیبیہ اور پاگلوں اور جانوروں کے علوم میں کوئی فرق ہی نہ ہو۔ اور وہ آپ کے علوم کو بعض علوم غیبیہ کہہ کر اس طرح سے اپنے دل کی بھڑاس نکالے کہ اس میں آپ ﷺ کو کیا خصوصیت حاصل ہے ایسا علم تو ہر پاگل اور ہر جانور اور چوپائے کو بھی حاصل ہیں۔ عیاذاً باللہ۔

سوال کا نہایت توہین آمیز اور گستاخانہ جواب

اگر مذکورہ جواب کی طرح کا انداز اختیار کیا جاتا اور بغیر کسی توہین و تنقیص کے "عالم الغیب" کی اصطلاح کی تشریح کی جاتی تو اعتراض کی بات نہیں تھی۔ مگر مولوی اشرف علی

تھانوی نے جواب میں جو انداز اختیار کیا اور جو دلائل قائم کیے، دراصل وہی اعتراض و گرفت کا باعث ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ایسی توہین آمیز اور مکروہ عبارت لکھی جس کے الفاظ سے صریحاً توہین محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی "لطائف رشیدیہ" کی عبارت "الشہاب الثاقب" از مولوی حسین احمد مدنی ص ۲۳۶ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک "جو الفاظ موہم تحقیر حضور نبی کریم ﷺ ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے"۔ یہ اس عبارت کا حکم ہے جس کے الفاظ سے صرف تحقیر کا وہم محسوس ہوتا ہو، اور جس عبارت کے الفاظ سے صریحاً توہین و تحقیر محسوس ہو رہی ہو اس کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

حفظ الایمان کی توہین آمیز عبارت

ہم یہاں مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ نقل کرتے ہیں، تاکہ حامیان کو کوئی شکایت نہ رہے۔ ورنہ صرف اعلیٰ حضرتؒ کی گرفت کردہ عبارت بھی اپنے توہین آمیز مفہوم میں اتنی زیادہ مکمل اور واضح ہے کہ صرف اسی کے الفاظ پر گرفت ہو سکتی ہے۔ اس عبارت کو خط کشیدہ سے واضح کیا جائے گا۔ لکھتے ہیں:

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر

نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے"۔

(حفظ الایمان از مولوی اشرف علی تھانوی ص نمبر ۱۳، ۱۴)

مندرجہ بالا عبارت کا عام فہم مفہوم

اس سے پہلے کہ مندرجہ بالا عبارت کا تجزیہ پیش کریں، بہتر ہوگا کہ اس کا عام فہم مفہوم قارئین کے لیے بیان کر دیا جائے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی مفہوم اس عبارت کا نکل سکتا ہے تو راقم کو ضرور بتایا جائے۔ مولوی صاحب ثابت یہ کر رہے ہیں کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو تمام علوم غیب حاصل تھے تو یہ بات عقلی اور نقلی دلائل سے بالکل غلط ہے۔ ہاں اگر بعض علوم غیبیہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل تھے ان کی وجہ سے کوئی حضور نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب کہنے لگے تو بھئی ان کچھ علوم غیبیہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو کیا خاص مقام حاصل ہے ایسے کچھ علوم غیب تو ہر زید عمرو بلکہ ہر بچے اور پاگل بلکہ تمام حیوانات اور چوپائیوں کو بھی حاصل ہیں۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص کو نہیں معلوم تو کیا ان پوشیدہ باتوں کے جاننے کی وجہ سے سب انسانوں اور جانوروں کو عالم الغیب کہا جائے گا۔ ارے زید پھر بھی ڈھٹائی سے یہ کہے کہ ہاں میں ان سب کو عالم الغیب کہوں گا تو بھئی پھر علم غیب کمالات نبویہ میں سے تو نہ رہا کہ زید کہتا پھرے کہ میرے نبی کو علم غیب تھا اور یہ ان کی کا کمال تھا۔ جبکہ زید نے علم غیب سب کے لیے مان لیا؟ جس میں انسان تو کیا جانور بھی شامل ہیں لہذا ثابت یہ ہوا کہ حضور کو تمام علوم غیب تو عقلی و نقلی دلائل کی وجہ سے نہیں ہیں اور اگر بعض علوم غیب بھی ہیں تو بھی ان کی وجہ سے عالم الغیب نہیں کہا جائے گا۔

عبارت پر اعتراض کی اصل وجہ

اعتراض اس بات پر نہیں کہ مولوی صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کو "عالم الغیب" نہیں مانا۔ اگر نہ مانتے اور جواب ایسا صاف، اور بے غبار ہوتا کہ جس سے شانِ رسالت کی

منقیص نہ ہوتی، تو اعتراض کی بات نہیں تھی۔ بلکہ اصل اعتراض اس بات پر ہے کہ انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے علوم غیبیہ کو چاہے وہ بعض علوم غیبیہ ہی کیوں نہ ہوں، چاہے وہ کسی خاص یا عام چیز کا علم ہی کیوں نہ ہو، کا مقابلہ و موازنہ زید و عمرو، ہر بچہ و پاگل اور حیوانات و چوپائیوں کے علوم غیبیہ سے کر دیا، جن کے علوم کو شرعی اصطلاح میں علوم غیب کہہ ہی نہیں سکتے۔ بلکہ شرعی اصطلاح میں غیب وہ چیز ہے جس کو انسان اپنے حواس خمسہ اور بداہت عقل سے معلوم ہی نہ کر سکے۔ اس کو اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس پر ظاہر بھی نہیں کرتا بلکہ صرف اپنے چنیدہ اور پسندیدہ رسولوں پر اس کو ظاہر کرتا ہے نصوص قرآنیہ اس پر گواہ ہیں۔ مگر مولوی صاحب ہر پوشیدہ چیز کو غیب سے تعبیر کر رہے ہیں جو کہ لغوی طور پر تو صحیح ہے مگر اصطلاحی طور پر غلط۔ شریعت میں غیب کی اصطلاح خاص ہے اسی وجہ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لیے "عالم الغیب" کی اصطلاح استعمال نہیں کی جاتی ورنہ اگر ہر پوشیدہ چیز کو لغوی طور پر غیب مانا جائے تو کیا ہر اس شخص کو جو اس سے واقف ہو جاتا ہے لغوی طور عالم الغیب کہیں گے؟ ہرگز نہیں! کیوں کہ شریعت میں جو اصطلاحات کے مفہوم اور معنی مقرر ہیں وہی لیے جائیں گے اگر کسی جگہ لغوی معنی لیے بھی جائیں گے تو اس کے لیے قرائن اور دلائل درکار ہوتے ہیں یہ نہیں کہ "الصلوٰۃ" کو جب چاہا نماز کے مفہوم میں لے لیا اور جب چاہا "دعا" اور رحمت کے معنوں میں استعمال کر لیا اور ہر شخص جو پیغام رساں ہے وہ خود کو رسول کہلوانا شروع کر دے اور ہر خبریں سنانے والا نبی۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کتا اپنی سونگھنے کی حس قوی ہونے کی وجہ سے سونگھ کر پوشیدہ منشیات کا پتا چلا لیتا ہے تو کیا وہ بھی غیب کا علم رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ غیب کو حواس خمسہ اور بداہت عقل سے معلوم ہی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ علم غیب وہ خاص علم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص الخاص بندوں کو عطا کرتا ہے نہ کہ ہر شخص، بچہ، پاگل اور حیوانات کو بلکہ سوائے رسولوں اور انبیاء کے یہ علم کسی کو عطا ہی نہیں کیا گیا۔

غیب کا علم صرف رسولوں اور انبیاء کو عطا ہوتا ہے

اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۝

ترجمہ: اللہ (کی شان) یہ نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے البتہ اللہ (غیب کے علم کے لیے) اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے"۔ (سورۃ آل عمران نمبر ۱۷۹)

اس نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو غیب سے آگاہ ہی نہیں کرتا، چہ جائیکہ پاگل اور جانور۔ ان میں غیب کے حصول کی استعداد ہی نہیں پائی جاتی، اب چونکہ رسولوں میں غیب پر مطلع ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے اس لیے صرف انھیں غیب پر مطلع کیا جاتا ہے عام لوگ اور جانور جو بعض پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں ان کو شرعی اصطلاح میں غیب کہا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ عام لوگوں کا ذریعہ علم تو دلائل اور ظاہری علامات ہیں۔ تو پھر کس طرح ان کے ناقص علوم کو رسول اللہ ﷺ کے علوم غیبیہ سے تشبیہ دی گئی۔ کیا یہ صریحاً گستاخی نہیں؟

علم غیب کا شمار کمالاتِ نبویؐ میں ہوتا ہے

غیب کی انھیں خصوصیات کی وجہ سے اس کو کمالات نبویؐ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی اور انسان تو کیا جانوروں کو بھی یہ علم حاصل ہوتا، تو اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر قرآن مجید میں اس کا تذکرہ نہ کرتا، اور اس کو اپنی ذات سے خاص نسبت دینے کے بعد یہ نہیں فرماتا کہ میں غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول کو میں پسند کرتا ہوں اس پر غیب ظاہر کرتا ہوں اور جس رسول کو غیب پر مطلع کرنا چاہتا ہوں اس کو چن لیتا ہوں، اور یہ رسول غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں، اور یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپؐ پر نازل کر رہے ہیں۔ یہ تمام آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

کیا مولوی صاحب ایک بھی آیت پیش کر سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں علوم غیب ہر شخص، زید و عمر و بلکہ بچہ و پاگل اور جانوروں و بہائم کو عطا کر رہا ہوں اگر نہیں تو ان کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس رسول کے علوم غیبیہ کو جو قرآن مجید سے ثابت ہیں "بعض علوم غیبیہ" فرما کر کہا کہ ایسا علم غیب تو ہر پاگل اور جانور کو بھی حاصل ہے۔ یہ وہ صریح گستاخی اور توہین ہے کہ اس عبارت کے قائل اور اس کو صحیح سمجھنے والے اور اس کی حمایت میں عاقبت

خراب کرنے والے سب کافر ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف علمائے حرمین شریفین کے کفر کے فتووں سے بچنے کے لیے یہ کہا جارہا ہے کہ "آپ ﷺ کو اولین و آخرین کے علوم حاصل تھے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول"، اور دوسری طرف یہ جرأت کہ کہا جارہا ہے کہ ان علوم غیبیہ میں آپ کو کیا تخصیص حاصل ہے ایسا علم غیب تو ہر بچے، پاگل اور جانور کو حاصل ہے۔ کہاں پہلا عقیدہ کہ آپ کے علوم کے پاس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، نہ کوئی مقرب فرشتہ نہ کوئی نبی رسول اور کہاں یہ دوسرا کفریہ عقیدہ۔ اللہ کی پناہ۔

لفظ "نبی" خود غیب پر دلیل ہے

"نبی" کا لفظ اپنے اندر علوم غیبیہ کا مفہوم پوشیدہ کیے ہوئے ہے چنانچہ "المنجد" مترجمہ علمائے دیوبند میں نبی کے معنی لکھے ہیں "اللہ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا"۔ کیا غیر نبی کو بھی جس کو بقول تھانوی صاحب بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں "نبی" کہا جائے گا؟ ہرگز نہیں! تو جب غیر نبی کو بھی یہ فضیلت حاصل نہیں تو پھر جانوروں اور چوپائیوں کو کیسے حاصل ہو گی؟ کہ ان کے علوم کا موازنہ حضور نبی کریم ﷺ کے علوم سے کیا جائے جس کو تمام اولین و آخرین علوم عطا کیے گئے تھے۔ عقل زحیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔

حضورؐ کے علوم سے انکار کا منافقانہ انداز

مذکورہ بالا عبارت جس کا تجزیہ پیش کیا گیا، وہی عبارت تھی جس پر اعلیٰ حضرت نے گرفت کی اور کفر کا فتویٰ دیا کیونکہ یہ عبارت اپنی شقاوت اور گستاخی میں بڑھی ہوئی تھی۔ مگر اس حفظ الایمان میں کس کس انداز سے علوم نبوی ﷺ کا انکار کیا گیا ہے۔ کس طرح سے حضور نبی کریم کو لاعلم ثابت کیا گیا ہے۔ بطور نمونہ ملاحظہ کریں لکھتے ہیں:

> "اگر یہ کہا جائے کہ علوم غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار ان کا آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں توجہ تام (پوری توجہ) نہ فرماتے تھے اس لیے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے، اس کا

جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔ قصہ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا۔ بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا (حفظ الایمان ص نمبر ۱۴)

یعنی اگر حضورؐ کے علوم غیبیہ کا قائل یہ کہے کہ تمام علوم تو آپؐ کو حاصل تھے مگر یہ آپؐ کی توجہ پر منحصر تھا کہ آپؐ ان پر توجہ فرماتے ہیں یا نہیں۔ جواب اس کا یہ ہونا چاہیے تھا کہ "یہ ممکن ہے کیونکہ دنیاوی علوم کی طرف توجہ نہ فرمانا آپؐ سے ثابت ہے اسی وجہ سے وہ آپ سے ظاہر نہ ہوئے ورنہ ان تمام انکشافات وایجادات سے آپ لاعلم نہیں تھے"۔

مگر کیا کیجئے ضد اور ہٹ دھرمی کا کہ بجائے اثبات کے طنز اً کہا جا رہا ہے کہ "بھئی یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کئی امور میں آپؐ کا توجہ فرمانا اور فکر مند و پریشان ہونا ثابت مگر اس کے باوجود آپؐ ان امور سے لاعلم رہے مثلاً واقعہ افک ہی کو لیے لیجئے جس کی وجہ سے آپؐ مسلسل ایک ماہ پریشان اور فکر مند رہے اور توجہ بھی کی ہوگی مگر اس سے کچھ حاصل نہیں ہوا اور اس کی حقیقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقف ہی نہ ہوئے جب تک وحی کا نزول نہ ہوا"۔

یہ ہے حبِ رسول کی مثال محترم قارئین خدارا انصاف کریں کیا مولوی صاحب ہر کمال میں نقص اور ہر فضیلت کی نفی کرنے پر کمر بستہ نہیں ہیں؟ (۱۱) اور جیسا کہ معلوم ہوا کہ جب کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سے فوراً نص قطعی کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب کوئی نص کو پیش کرے تو اس کو قبول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ تاویل و تدقیق سے اس نص میں شبہ پیدا کیا جاتا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو، مذکورہ بالا عبارت سے متصل تحریر میں بیان کرتے ہیں:

"اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا کہ مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے:

فعلمت مافی السمٰوات والارض ٥

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(مشکوۃ باب المساجد و مواضع الصلواۃ فصل ثانی)

یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں عموم فرمایا گیا، پس اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمام علم حاصل ہو گئے تھے۔ الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ (تمام زبانوں) میں بلا نکیر جاری ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (النمل ۲۳) یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور لیمپ و گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے وہاں بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے۔ پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں۔ اجوبہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سر تا سر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے"۔ (حفظ الایمان ص ۱۵)

دیکھا آپ نے جب نص پیش کی گئی تو بجائے اس کے کہ اس کے ظاہر پر عقیدہ رکھتے اور وسعت علم نبویؐ پر دلیل سمجھتے مگر اس کو مقید کیا جا رہا ہے اس کے حقیقی معنی لینے کے بجائے اس کے اضافی معنی لیے جا رہے ہیں تا کہ نص کا مفہوم ان کے اپنے عقیدے کے مطابق ہو جائے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ کے مصداق نصوص کے مفاہیم کو بدلا جا رہا

ہے۔ اس تاویل فاسد کے لیے ثبوت، بلقیس کے قصے لا رہے ہیں اور لفظ "کل" کی لغوی تشریح سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ دیکھو فرمایا گیا کہ بلقیس کے پاس "کل" (تمام) اشیاء تھیں مگر کیا سب تھیں؟ اس کے بعد جدید ایجادات کی فہرست تحریر کر کے اور اس تحقیق انیق کو اجوبہ قرار دے کر مثل بچوں کے خوش ہو کر یہ لکھ مارا کہ دیکھا "کل" کہنے کے باوجود اس کے پاس یہ اشیاء نہ تھیں لہذا جملے کا عموم ثابت ہوا اور استغراق اضافی ثابت ہوا۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بھی اسی حکم میں داخل ہے اور زید کا دعویٰ ہر گز اس حدیث سے تمام علوم کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اتباع سنت کرنا چاہیے"۔

یاللعجب یہ تو وہی بات ہوئی کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ حدیث رسولؐ کے واضح مفہوم سے انحراف خود کر رہے ہیں۔ انکار حدیث خود کر رہے ہیں اور توبہ زید کے لیے۔ اس سے پہلے کہ لفظ "کل" کی حقیقت اور اس کو حدیث رسولؐ پر چسپاں کرنا غلط ثابت کریں، آیئے ان کے عقائد میں تضاد کی مثال دیکھیں مولوی صاحب فرما رہے ہیں کہ حدیث سے "عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں"۔

علوم نبوی کے بارے میں علمائے حرمین شریفین کا استفسار

اسی عقیدے پر کہ حضور نبی کریم ﷺ کو صرف "بعض علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت" حاصل ہیں اس کے علاوہ نہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے ان سے استفسار کیا کہ:

> "کیا تم اس کے قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کو صرف احکام شرعیہ کا علم ہے یا آپ کو حق تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات و افعال اور مخفی اسرار و حکمتہائے الٰہیہ وغیرہ کے اس قدر علوم عطا ہوئے ہیں جن کے پاس تک مخلوق میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا"۔

(المہند علی المفند ص نمبر ۵۵)

براہین قاطعہ و حفظ الایمان میں درج عقائد سے مختلف جواب

اب مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق چونکہ اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی ان کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین سے ان کے لیے کفر کے فتوے حاصل کر لیے تھے جن کی وجہ سے

ان میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اوپر سے یہ استفسارات اگر یہ اپنا اصل عقیدہ کہ "حضور نبی کریم ﷺ کو صرف بعض علوم متعلقہ بہ نبوت حاصل تھے"۔ ظاہر کرتے ہیں تو بھانڈا پھوٹنے کا ڈر ہے اس لیے کمال ہوشیاری سے جواب تیار کیا گیا جو ان کے سابقہ عقائد مندرجہ در براہین قاطعہ اور حفظ الایمان سے بالکل مختلف تھا لکھا:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"(ص نمبر ۵۶)

ملاحظہ کیا آپ نے کہاں وہ باتیں جو آپ کے علم شریف کے بارے میں براہین قاطعہ اور حفظ الایمان میں لکھی گئیں اور کہاں یہ عقائد بمطابق عقائد اہل سنت۔ جن میں آپؐ کے لیے ۔(۱) ذات و صفات کا علم (شاید ان کو ذات و صفات کی وسعت کا علم نہیں ورنہ یہ نہ کہتے)(۲) احکام شرعیہ جس میں عملی اور نظری دونوں احکام شامل ہیں۔ (۳) علوم الحقائق الحقہ (جن کا شمار بھی بشری طاقت سے باہر ہے) (۴) علوم اسرار مخفیہ (جس میں تمام علوم مخلوقات کے غیوب و علوم حکمت ایجادات اشیاء مخفیہ وانکشافات سائنسیہ شامل ہیں) (۵) وغیرہ (ان کے علاوہ دوسرے علوم)۔ (۶) اولین و آخرین کا علم (یعنی ابتدائے عالم سے لے کر اختتام عالم کا علم)۔

کیا یہ تمام علوم "صرف بعض علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت" ہیں۔ اس کے لیے تو صرف احکام عملیہ واحکام نظریہ ہی کافی تھے۔ یہ باقی علوم کیوں عطا ہوئے جن تک نہ مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی ورسول پہنچ سکا۔ کیا ان کی نبوت کے لیے یہ علوم ضروری نہیں تھے اور جب یہ خود اس فضل عظیم کے قائل ہیں تو پھر وسعت علم نبویؐ میں گستاخیاں کیوں اور کس

لیے ؟ علم نبی ﷺ کی وسعت علمی کے لیے نص قطعی کا مطالبہ کیوں اور کس لیے ؟ اہل انصاف خود غور کریں۔

تھانوی صاحب کی تحقیق کی حقیقت

اس تضاد بیانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد پھر اس بحث کی طرف آتے ہیں جس میں مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں بعض علوم مراد ہیں اور اس عموم کا استعمال محاورات جمیع السنہ (تمام زبانوں) میں بلا نکیر جاری ہے ثبوت میں بلقیس کا واقع لائے ہیں جس میں لفظ "کل" استعمال ہوا ہے جو ان کے نزدیک بعض کے معنی دے رہا ہے۔

ان کی اس تحقیق کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مجھ جیسا مبتدی بھی اس چیز سے واقف ہے کہ عربی زبان میں لفظ "کل" مشترک لفظ ہے جس کے متضاد معنی آئے ہیں۔ یہ لفظ "بعض" کے بھی معنی دیتا ہے تو "تمام" کے بھی۔ اس کو عبارت کے سیاق و سباق اور قرینہ سے موؤل کیا جاتا ہے تو پھر اس کے معنی مشترک نہیں بلکہ متضاد معنوں میں سے کوئی ایک معنی لیے جاتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر یہاں اس کے معنی "تمام" کے لیے جائیں گے۔ اس لیے یہ ثابت ہوا کہ یہ لفظ صرف "بعض" کے لیے نہیں بلکہ "تمام" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لیے اگر حدیث میں لفظ کل علوم بھی ہوتا تو بھی اس سے مراد بعض علوم نہیں بلکہ تمام علوم ہی ہوتے جن کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے اور جن کو مولوی خلیل احمد سہارنپوری بھی اپنے فتویٰ میں علوم اولین و علم آخرین کہہ کر تسلیم کر چکے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر آپ کو "اعلم الخلق" مخلوقات میں سب سے زیادہ جاننے والے جن کا تعلق ذات و صفات الٰہیہ سے ہے۔ جن کی وسعت کا علم یا تو دینے والا جانے یا لینے والا ہاں ہم لفظ "فضل عظیم" سے اس علم کی عظمت کا صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ "کل" استعمال ہی نہیں ہوا تو پھر عموم اضافی کی تاویل ہی بیکار ہے بلکہ حدیث شریف میں لفظ "ما" استعمال ہوا ہے۔ مافی السمٰوات والارض یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یہاں عموم اضافی کی گنجائش کہاں یہاں تو یہ لفظ عموم

استغراق حقیقی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی "جو کچھ بھی"، "ہر چیز"۔ اور پھر نصوص قرآنیہ اور دلائل عقلی سے جب حضور نبی کریم ﷺ کی وسعت علمی ثابت ہو گئی، تو پھر تاویل فاسد سے ظاہری عموم استغراقی کے حقیقی معنی ترک کر کے عموم اضافی کے معنی لینے کا مطلب کیا ہے۔ کہیں یہ تو نہیں کہ اس طرح ان کے عقائد پر زد پڑ رہی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین ہا بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

(ترجمہ: "پس جان لیا میں نے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں تھا۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ سے"۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ فصل ثانی)

حضرت محدث دہلوی کی شرح میں واضح طور پر جزوی اور کلی دونوں علوم مراد لیے گئے ہیں تاکہ حدیث پڑھنے والے چودھویں صدی کے کسی ملا کو مشکل پیش نہ آئے اور وہ اپنے عقائد فاسدہ کی وجہ سے اس حدیث کو عموم اضافی اور جزوی علوم پر منطبق نہ کر سکے۔

توہین انبیاء کی ایک اور مثال

اب تک دلائل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ لوگ مقام اقدس ﷺ میں اگر اپنی کوتاہ بینی سے کوئی کمی دیکھتے ہیں تو پوری وضاحت کے ساتھ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس میں مزید اضافے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جہاں کوئی فضیلت اور رفعت شانِ کی روایت دیکھی تو کبھی تاویل سے کبھی عموم اضافی سے اس میں کمی کرتے ہیں۔ کبھی شیطان لعین سے موازنہ کرتے ہیں کبھی ملک الموت سے تو کبھی جانوروں اور پاگلوں کے علوم سے ملاتے ہیں۔ باقی رہ جاتے ہیں اعمالِ رسولؐ کہ جن کی فضیلت تک عام انسان تو در کنار کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل تک نہیں پہنچ سکتا ان کے بارے میں جرأت کا مظاہرہ دیکھیے مولوی محمد قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" (تحذیر الناس ص ۳۸)

سر پیٹیے فرماتے ہیں کبھی کبھی بظاہر امتی عمل میں نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ یعنی نبی نے ایک حج کیا تو حاجی کہلائے گا۔ مگر امتی نے دس حج کیے تو بن گیا الحاج اور بظاہر عمل میں بڑھ گیا! قلم میں طاقت نہیں کہ اس کفریہ عبارت کو لکھتا اللہ معاف کرے۔ یہ اس نبیؐ کے بارے میں فرما رہے ہیں جن کی رفعت شان تو دور کی بات اس کے ایک چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے عمل تک بھی بظاہر کوئی امتی نہیں پہنچ سکتا۔

حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ امت میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کرے میرے صحابی کے ایک مٹھی جو کی خیرات کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ چہ جائیکہ برابر۔ اور کہاں سید الانبیاء اور کہاں یہ حقیر امتی جس کا عمل کیا عمل کی حقیقت کیا! چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ حضرت فرید الدین عطارؒ کیا خوب فرماتے ہیں:

"خدا را در الٰہیت احد خواں
نبی را در عبودیت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد دانا است
نبی در بندگی بے مثل و ہمتا است
یقین داں تاکہ نشناسی خدا را
نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را

وہ تو مقام شکر ہے کہ یہ تو مانا کہ "انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل ...."۔ ورنہ کیا بعید تھا کہ عمل کے اضافے پر علم کو قیاس کر کے لکھ مارتے کہ "بسا اوقات بظاہر امتی علم میں انبیاء کے مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ نبی تو بظاہر کہیں سے علم نہیں پڑھتے مگر امتی نے مدرسہ دیوبند میں دورہ تفسیر، دورہ حدیث کیا ہوتا ہے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پڑھتا ہے، منطق و صرف و نحو میں بھی مغز

خراب کرتا ہے اور درس نظامی کی سند فراغت حاصل کر کے حکیم الامت مجدد الملت بن جاتا ہے، حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات ہو جاتا ہے، قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہا، فخر المحد ثین، قطب العالم، الحاج، الحافظ قدس اللہ سرہ کے مقامات پر فائز ہو جاتا ہے۔

جب کوئی کہے کہ شرم کرو میاں کہاں پدی کہاں پہاڑ تو جھٹ کہہ اٹھیں بھئی "بسا اوقات" اور "بظاہر" کہا ہے۔ "اکثر اوقات"، "بباطن" تھوڑا ہی کہا ہے جو الزام دیتے ہو ہزار بار لعنت ہو اس بسا اوقات اور بظاہر پر جن سے تنقیص رسالت لازم آتی ہے۔

یہ تمام تفصیل اس لیے ضروری تھی کہ حامیان کفریہ عبارات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے چند بے ربط جملے لیے ہیں اور من مانی عبارت بنا ڈالی ہے ورنہ اگر سیاق اور سباق کو لیا جائے تو عبارات توہین آمیز نہیں رہتیں۔ حالانکہ یہ بھی توہین آمیز عبارات ہیں مگر اعلیٰ حضرت نے صرف نمونے کی خاطر صرف ان عبارات کے مکمل جملوں کو لیا ہے جو اپنی شقاوت اور حقارت میں انتہائی بڑھی ہوئی تھیں اور جن کا کفر سورج کی طرح روشن تھا۔ ورنہ توہین رسالت اگر ایک لفظ سے بھی کی جائے کفر ہے۔ یہ تو کئی مکمل جملے تھے جو اپنے مطلب کو خود واضح کر رہے تھے یہ ثبوت کے لیے کافی تھے چنانچہ عاشق صادق تکفیر پر مجبور تھا ورنہ خود کافر ہو جاتا۔

"حفظ الایمان" کی تشریح کے سلسلے میں رسالہ "بسط البنان"

رسالہ حفظ الایمان مولوی صاحب نے ۸ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ میں تحریر کیا تھا۔ اس کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ پرائے تو کافر کہتے ہی، اپنے بھی حیران کہ مولوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔ جب اہلِ سنت نے اشتہارات چھاپے اور اس کفریہ عبارت پر کفر کے فتوے صادر کیے تو تھانوی صاحب نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ "آپ جیتے اور ہم ہارے" (ان کا یہ فقرہ ان کے دوسرے رسالے بسط البنان کے شروع میں موجود ہے)۔ دس سال تک پورے ملک میں اس عبارت کا چرچا رہا اور فریقین میں مباحث شروع ہو گئے اس دوران ایک دیوبندی عالم مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری نے مولوی صاحب کی خدمت میں لکھا کہ " کیا آپ نے حفظ الایمان میں یہ بات لکھی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ

علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے"۔

اس کے جواب میں دس سالہ خاموشی کے بعد ۱۳۲۹ھ میں سات آٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "بسط البنان" کے نام سے لکھا جس میں انھوں نے اپنی عبارت کی تشریح اور تاویل کی حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ تشریح اور تاویل اس وقت کی جاتی ہے جب کلام میں کوئی ابہام ہو یا اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ ان کی تاویلات میں ایک تاویل یہ ہے کہ "لفظ "ایسا" ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلغاء اہل زبان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے"۔ (بسط البنان ص نمبر ۳)

لفظ "ایسا" کے لغوی معنی

جب مولوی صاحب نے اہل زبان اور لغوی بحث کی ابتدا کی ہے تو آیئے اس کو بھی دیکھ لیتے ہیں کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

لفظ "ایسا" دو طرح سے استعمال ہوتا ہے یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی "مماثل"، "مساوی"، اور "اس قسم" کا ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط جو تم نے لکھا ہے ایسا تو ہر بچہ بھی لکھ لے گا (۲) یہ کام جو تم نے کیا ہے ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے گا۔ یا یہ لفظ فعل کے تابع واقع ہوتا ہے اس صورت میں اس کے معنی "اس قدر"، "اتنا عمدہ" کے ہوتے ہیں۔ مثلاً (۱) تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا"۔ (۲) ایسی بات کہی کہ دل میں بیٹھ گئی (۳) ایسا پڑھا کہ یاد ہو گیا۔

اب غور سے دیکھیں تو تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ "ایسا" صفت واقع ہو رہا ہے، اور یہ عبارت کہ "حضور ہی کی کیا تخصیص ہے" معاملہ واضح کر رہی ہے۔ جس سے معنی مماثل، اور مساوی یا اس قسم کے ہو رہے ہیں یعنی موازنہ کیا گیا ہے۔

حامیان کے دو مستند علمائے دیوبند کی لفظ "ایسا" کے بارے میں متضاد تشریحات

اب آیئے حامیانِ کفریہ عبارات کے دو مستند علماء دیوبند کی لفظ "ایسا" کے بارے میں تشریحات ملاحظہ کریں کیا متضاد تشریح ہے دونوں اکابرین دیوبند کی تشریحات سے کفر

تھانوی صاحب کی طرف پلٹ رہا ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی کی تشریح

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی اس کفریہ عبارت کی حمایت میں اوراق سیاہ کرتے ہوئے لفظ "ایسا" کی فاضلانہ وعاقلانہ تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حضرت مولانا (تھانوی صاحب) عبارت میں لفظ "ایسا" فرمار ہے ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرمار ہے ہیں اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذاللہ حضور ﷺ کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے بھی اگر قطع نظر کریں تو لفظ "ایسا" تو کلمہ تشبیہ کا ہے ۰۰۰ غرض سیاق عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں تشبیہ دی جارہی ہے مقدار بعضیت میں نہیں ہے کہ اعتراض لازم آوے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۸۲۔ ۲۸۳)

لفظ "ایسا" کلمہ تشبیہ ہے مدنی صاحب کا اقرار

قارئین سے التماس ہے کہ ذرا مولوی مدنی صاحب کی لفظ "ایسا" کے بارے میں تشریح ذہن میں رکھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ "ایسا" کے معنی "اتنا" ہوتے تو البتہ احتمال ہوتا کہ اس طرح سے حضور نبی کریم ﷺ کے علم کو اور چیزوں (پاگل جانور) کے برابر کردیا۔ بلکہ یہ لفظ تشبیہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مقدار کے معنوں میں نہیں کہ اعتراض لازم آئے۔ یعنی مولوی مدنی صاحب لفظ "ایسا" کو کلمہ تشبیہ سمجھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے معنی "اتنا" اور "مقدار" کے لیے جائیں تو اعتراض صحیح ہے (یعنی عبارت کفریہ ہو جائے گی) جب کہ مولوی مرتضیٰ کے نزدیک لفظ "ایسا" حفظ الایمان کی عبارت میں کلمہ تشبیہ کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اس جگہ اس کے معنی "اتنا" اور "اس قدر" ہیں یعنی مولوی مدنی کی تشریح سے بھی کفر ثابت ہوا ار مولوی مرتضیٰ کی تحقیق سے بھی۔

مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کی لفظ "ایسا" کے بارے میں تشریح

اب دیکھیں دیوبندی مناظر مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کیا کہتے ہیں یہ مولوی اشرف علی تھانوی کے سب سے بڑے حامی تھے جس نے پوری طاقت صرف کرڈالی کہ کسی طرح سے مولوی تھانوی صاحب سے کفر کا فتویٰ دور کرسکیں مگر کامیاب نہ ہوئے بلکہ اپنی غلط تشریحات سے مولوی صاحب کو خود ہی کافر بناڈالا۔ چنانچہ اپنے رسالے "توضیح البیان فی حفظ الایمان" میں لفظ "ایسا" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط "مانند" اور "مثل" ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی "اس قدر" اور "اتنے" کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہے"۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان ص نمبر ۹)

عبارت حفظ الایمان میں لفظ "ایسا" کے معنی "اتنے" اور "اس قدر" ہیں

چلو کام تمام ہوا اور عمارت ڈھنا شروع ہوگئی۔ یہ فرماتے ہیں لفظ "ایسا" صرف "مانند" اور "مثل" ہی کے لیے یعنی تشبیہ کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ "اس قدر" اور "اتنے" یعنی مقدار کے بھی معنی رکھتا ہے۔ اور اس معنی کو حفظ الایمان کی عبارت میں متعین بھی کردیا۔ چلو مولوی صاحب کی چھٹی ہوئی مولوی مدنی صاحب کی تحقیق کے مطابق اب عبارت توہین آمیز ہوگئی۔ اور مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری (دربھنگی) کی تحقیق کے مطابق بھی عبارت توہین آمیز اور کفریہ ہوگئی کیونکہ ان کی تحقیق کی زد میں مولوی حسین احمد مدنی کی تشریح آگئی جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا۔

مولوی مرتضیٰ حسن کی مزید تحقیق انیق

مگر ابھی ٹھہریے تھانوی صاحب کی لفظ "ایسا" کے بارے میں تشریح مندرجہ "بسط البنان" اور مولوی مدنی صاحب کی تشریح ذہن میں رکھتے ہوئے مولوی مرتضیٰ کی مزید تشریحات ملاحظہ کرتے جایئے۔ اس لفظ کی مزید تشریح کرتے ہوئے اور اس کی غلط تشریح کا الزام اعلیٰ حضرت کے معتقدین کے سر ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"لفظ ایسا کی تحقیق عبارت ذیل سے معلوم ہو جائے گی بعض بعض خان صاحب کے معتقدین فرماتے ہیں کہ لفظ ایسا تو تشبیہ ہی کے لیے آتا ہے سرور عالم ﷺ کے علم کو حفظ الایمان میں علم زید و عمر و بکر صبی و مجانین و بہائم سے تشبیہ دی اور یہ بڑی گستاخی ہے"۔(ایضاً ص نمبر ۱۸)

ان حضرت کو شاید یہ معلوم ہی نہیں کہ لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے معنوں میں استعمال کرنے کی گستاخی صرف اعلیٰ حضرت کے معتقدین ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ گستاخی ان کے ہم مسلک مولوی حسین احمد مدنی بھی کر چکے ہیں۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے کہ دونوں تلواریں مولوی تھانوی صاحب پر ہی پڑ رہی ہیں۔

چاندپوری صاحب اب بہت زور لگا کر مزید لغوی تشریح پیش کرتے ہوئے لفظ "ایسا" کے مختلف معنی بتا رہے ہیں مگر دلدل میں دھنستے ہی چلے جاتے ہیں چنانچہ "امیر اللغات" سے لفظ ایسا کے پانچ معنی مع ان کے استعمالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(۱) اس قسم کا، اس شکل کا (۲) اس قدر، اتنا (۳) مماثل، مانند (۴) اس طرح، یوں (۵) کبھی اچھائی، برائی کی جگہ بطور مبالغہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ پانچ معنی لفظ "ایسا کے لکھے ہیں۔ پھر بھی یہ فرمانا کہ لفظ ایسا تشبیہ ہی کے لیے آتا ہے کس قدر انصاف ہے؟۔ عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی "اس قدر" و "اتنا" ہے پھر تشبیہ کیسی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس قدر اور جتنے علم کو علۃ اطلاق عالم الغیب کی فرض کی تھی وہ زید و عمر و بکر میں بھی محقق ہے نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین" (ص نمبر ۱۹)۔

اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں تمام طاقت صرف کر ڈالی اور اعلیٰ حضرت کے معتقدین کو الزام دے رہے ہیں کہ وہ لفظ "ایسا" سے تشبیہ مراد لیتے ہیں جو کہ انصاف نہیں اور تمام لغوی تشریحات کے بعد یہ ثابت کیا کہ یہ لفظ صرف تشبیہ ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے پانچ معنی ہیں اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو اپنی عبارت میں بمعنی "اس قدر" اور "اتنا" کے لیا ہے۔

اب ذرا مدنی صاحب کی تحقیق کو ملاحظہ کریں جس میں فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کلمہ تشبیہ ہے اگر اس کا مطلب "اتنا" اور "مقدار" کے لیے جائیں تو البتہ احتمال برابری کا ہے (جو کہ کفر ہے) اور مرتضٰی حسن صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ "ایسا" کے معنی "اتنا" اور "اس قدر" کے ہیں اگر کلمہ تشبیہ کے معنوں میں لیا جائے تو کفر ہے۔ لیجئے دونوں اکابرین مولوی اشرف علی تھانوی کو بچاتے بچاتے ایسی ایسی تشریحات کر بیٹھے کہ ایک دوسرے کو اور تھانوی صاحب کو کافر بنا بیٹھے (۱۲)۔

دس سالہ خاموشی کی وجہ

مولوی صاحب نے دس سالہ خاموشی کے بعد "بسط البنان" میں جو تشریحات و تاویلات لکھیں اس کی وجہ اس طرح بیان کی گئی کہ "کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا" سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں، عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جارہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دلوں میں تلاطم پیدا ہوا۔ اور جو باہمی نفرت اور اختلاف کا سبب بنی۔

مولوی اشرف علی تھانوی پر مریدوں کا ترمیم کے لیے دباؤ

مولوی اشرف علی تھانوی نے لغوی تحقیق پر مشتمل دوسرا رسالہ بعنوان "بسط البنان"، حفظ الایمان کے ساتھ چھپوادیا اس رسالے کو دیکھ کر اللہ کے بندوں کو مزید افسوس ہوا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ، ہر طرف سے مولوی صاحب پر اعتراضات ہوتے رہے تیرہ سال اسی حالت میں گذر گئے آخر مجبور ہو کر مولوی صاحب کے بعض مخلصین نے حیدر آباد دکن سے ۷ اصفر ۱۳۴۲ھ کو ایک خط مولوی صاحب کو لکھا اس میں طرح طرح کی خوشامد سے حفظ الایمان کی عبارت میں ترمیم کرنے کی گذارش کی گئی۔ چنانچہ لکھا:

(۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے۔ کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ

کرلیا جائے۔ (قارئین سوال پر غور کریں مخلصین کو بھی اعتراف ہے کہ ان الفاظ میں حضور نبی کریم ﷺ کے علوم غیبیہ کو پاگلوں اور جانوروں کے علوم سے تشبیہ دی گئی ہے)۔

(۲) جس میں مخلصین حامین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ (یعنی الفاظ ایسے گستاخانہ ہیں کہ آپ کو حق بجانب ثابت کرنے میں سخت دشواری ہو رہی ہے)۔

(۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا یا الفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔ (یعنی ضد پر کیوں ہے اڑے ہوئے ہو)

(۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہو سکے گی۔ (خوشامد ضروری تھی ورنہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ عبارت بدلتے)

(رسالہ تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان از مولوی تھانوی ص ۱)

عبارت میں ترمیم اور گستاخانہ الفاظ کا اخراج

اس خط کے بعد تھانوی صاحب نے ۱۳۴۲ھ میں ایک دو تین صفحات پر مشتمل رسالہ تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان تحریر کیا یعنی حفظ الایمان کی تحریر کے ۲۳ سال بعد اس میں معترضہ عبارت کو صحیح جانتے ہوئے اور توبہ و رجوع نہ کرتے ہوئے محض مخلصین کے دباؤ کے نتیجہ میں کہ ان کو جواب دہی میں اور حضرت والا کی حمایت میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ چنانچہ مریدوں و مخلصوں کو مطمئن کرنے کے لیے مندرجہ ذیل ترمیم فرمائی:

"جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے چونکہ اس سے قبل کسی نے واقعی بناء نہیں ظاہر کی اس لیے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لیے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے۔ اس لیے ترمیم کو

ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا اب سوال ہذا میں جو بناء بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے۔ لہذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ "اگر" کے بعد سے "عالم الغیب کہا جاوے" تک اس طرح بدلتا ہوں اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جاوے "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" (ایضاً ص نمبر ۴)

سبحان اللہ کیا منطق ہے، اس سے پہلے ترمیم نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی جا رہی ہے کہ اس سے پہلے واقعی بناء کسی نے ظاہر نہیں کی تھی اس لیے ترمیم کو ضروری نہیں سمجھا۔ واہ واہ مولوی صاحب عرب و عجم چیخ رہا ہے کہ یہ الفاظ توہین آمیز ہیں کفریہ ہیں ان سے رجوع کرو ان سے توبہ کرو مگر یہ "واقعی بناء" نہیں سمجھی گئی بلکہ ڈھٹائی کے ساتھ تشریحات و تاویلات سے مزید الجھاؤ پیدا کرتے رہے اور اب جبکہ مریدان باصفا کو جواب دہی میں اور حضرت کو حق بجانب ثابت کرنے میں سخت دشواری کا سامنا ہے اس لیے جناب نے حکیم الامت کی شان دکھانے کے لیے عبارت میں ترمیم کر دی۔ اگر بے غبار ترمیم ایک عاصی، گنہگار اور خطا و نسیان سے بھرپور بندے اور رسول اکرم ﷺ کے ادنی امتی کے طور پر توبہ و رجوع کرتے ہوئے اسی وقت کر دی جاتی جب عرب و عجم کے سرکردہ علمائے کرام نے گرفت کی تھی تو نہ تھانوی صاحب کی عزت گھٹتی اور نہ امت میں انتشار و اختلاف پیدا ہوتا۔

ترمیم بے غبار نہیں

چنانچہ مولوی صاحب پر کفر کا فتویٰ بدستور قائم رہا۔ کیونکہ جن الفاظ کو خود ان کے مریدان باصفا گستاخانہ کہہ رہے ہیں اور رجوع کے لیے کہہ رہے ہیں کہ:

"ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین (پاگل) و بہائم (چوپائے) سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں

سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے"۔(ایضاً مکتوب محولہ بالا)

مولوی صاحب نے ان گستاخانہ الفاظ سے نہ توبہ و رجوع کیا اور نہ ہی ان کو توہین آمیز سمجھا، بلکہ ترمیم کرتے ہوئے اس بات کو اشارۃً کہہ گئے کہ "عبارت ہر چند کفریہ نہیں تھی مگر چونکہ حامیان کو حکیم الامت کو حق بجانب ثابت کرنے میں سخت دشواری کا سامنا تھا اور لوگوں کو اس کے معارف سمجھ میں نہیں آتے تھے اور مزید یہ کہ خوشامد بھی الگ سے کرتے ہو جو کہ اس سے پہلے کسی نے کی ہی نہیں تھی چنانچہ یہ ترمیم کے لیے مضبوط بنیاد (واقعی بناء) ہے حالانکہ عرب و عجم نے کہا مگر میں نہ مانا اب ان دلائل کو مانتے ہوئے ترمیم کرتا ہوں کہ عام لوگوں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کی جگہ "غیر انبیاء" کے الفاظ پڑھے جائیں۔

دیکھا جائے تو یہ ترمیم بھی بالکل بے غبار اور صاف نہیں بلکہ لفظ "غیر انبیاء" میں بڑی چالاکی پوشیدہ ہے کیونکہ مذکورہ بالا توہین آمیز الفاظ کو غیر انبیاء میں محصور کر دیا گیا ہے۔ جس میں انبیاء کے سوا سب شامل ہیں۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے علوم غیبیہ کا موازنہ غیر انبیاء کے علوم غیبیہ سے کیا جا رہا ہے جن کے علوم کو شرع کو اصطلاح میں علوم غیبیہ کہہ ہی نہیں سکتے جیسا کہ اس سے پہلے نص قرآنی اور لغوی تشریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ بلکہ اگر عبارت کو برقرار رکھنا ہی تھا اور صرف چند الفاظ میں ترمیم ضروری تھی تو ترمیم ایسی ہوتی جس میں شان رسالت میں تنقیص کا شائبہ بھی نہ ہوتا۔ جیسے غیر انبیاء کی جگہ اگر "دوسرے انبیاء" لکھا جاتا تو عبارت بے غبار اور صاف ہو جاتی۔ کیونکہ موازنہ اور تشبیہ صرف ہم منصب افراد ہی میں روا ہے نہ کہ ادنیٰ کا اعلیٰ کے ساتھ۔

چنانچہ حامیان کو چاہیے کہ ان تمام کفریہ عبارات سے اپنی برأت کا اظہار کریں اور جس نے بھی ان کو لکھا ہے یا صحیح سمجھا ہے انھیں کو اس کی سزا و جزا بھگتنے دیں۔ یہ کیوں خواہ مخواہ ان کے اعمال کے پابند بنتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت اور سرمایہ برباد کرتے ہیں جو کہ خسر دین و دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسے امور کے بارے میں پناہ مانگنی چاہیے اور اپنا ایمان سلامت رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اکابر کی جائز و ناجائز حمایت میں اپنا ستیاناس کر لیں۔

کلمات کفر کہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

جو مسلمان کلمہ کفر کہنے کے باوجود اپنے کفر سے انکاری ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ :

" یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوۡا وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ ○

ترجمہ : یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا بیشک یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔ (سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۷۴)

یہ آیت ان لوگوں پر بالکل صادق آتی ہے جو کفریہ عبارات لکھتے ہیں اور ان پر اڑ جاتے ہیں۔ جب عاشقانِ رسول ان کو کفر پر مطلع کرتے ہیں اور ان سے توبہ و رجوع کے لیے کہتے ہیں تو بجائے یہ کہ وہ ان سے توبہ کریں اپنی فاسد تاویلات اور تشریحات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انھوں نے کفر نہیں کیا بلکہ سمجھنے والے سے غلطی ہوئی ہے۔ جبکہ نہ صرف بر صغیر کے علمائے حق نے بلکہ حرمین شریفین کے سر کردہ علمائے کرام کی طرف سے بھی ان کفریہ عبارات پر کفر کے فتوے صادر ہوئے۔ اور پھر جب علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند سے ان عبارات و عقائد کفریہ کے بارے میں استفسارات کیے، تو کمال چالاکی سے اپنے عقائد مندرجہ تحذیر الناس فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان سے صاف انکار کر کے اہل سنت کے عقائد کے مطابق جوابات تیار کیے گئے تاکہ علمائے حرمین شریفین کو دھوکہ دے سکیں اور کفر کے فتوؤں سے بچ سکیں کیونکہ ان کو یقین تھا کہ مذکورہ بالا کتابیں اردو میں ہیں کہاں یہ لوگ پڑھ سکیں گے لہذا تلبیسات سے کام لیا گیا۔ ان کی ان تلبیسات اور تضاد بیانی کی واضح مثالیں ہم اس سے قبل پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ مگر جب تک کفریہ عبارات موجود ہیں اور ان سے برات کا اظہار نہیں کیا جاتا ان پر کفر کا فتویٰ بدستور باقی رہے گا۔ اور اس کے دائرے میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو ان کی حمایت و نصرت میں لگے رہتے ہیں۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و شان کے حوالے سے دنیا میں دو واضح گروہ موجود ہیں، ایک وہ جن کا کام ہی یہ رہ گیا ہے کہ لوگوں کو عقائد صحیحہ سے گمراہ کرتے رہیں۔ شان رسالت میں نقص تلاش کرتے رہیں۔ عظمت مصطفیٰ ﷺ کی نفی کرتے رہیں۔ اور اس سلسلے میں تمام

وسائل بروئے کار لائیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کا کام یہ ہے کہ عقائد صحیحہ کی اشاعت کرتے رہیں۔ شان مصطفیٰ کا تحفظ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ پر لگائے گئے دھبوں کو صاف کرتے رہیں۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے اس مقام اور مرتبے سے لوگوں کو آگاہ کریں جس کے صحابہ کرامؓ اور اولیائے امتؒ قائل تھے۔ یہ اہل محبت ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو خدا نہ کہو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق جتنی چاہے رفعت و شان بڑھاؤ۔ جو نہ شرک ہے نہ بدعت۔

حقیقت محمدیہ سے عدم واقفیت

اصل بات یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ کی عظمت و شان کا انکشاف ہر کس و ناکس پر نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں اور جا بجا گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر جن کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں فنائیت کے درجے پر فائز ہو جاتے ہیں، اور پھر ان کے منہ اور قلم سے صرف عقیدت و محبت آمیز کلمات ہی صادر ہوتے ہیں جسے دیکھ کر ناواقفان حقیقت محمدیہ نہ صرف حیرت زدہ رہ جاتے ہیں بلکہ شرک و بدعت کے بہتان لگانے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہ او یکے از واقف اسرار حقیقت محمدیہ

چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مبداء و معاد" میں فرماتے ہیں:

محبت آں سرور ﷺ بر نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ و تعالیٰ را بواسطہ آں دوست می دارم کہ رب محمد ﷺ است۔ حاضران ازیں سخن در تحیر ماندند، اما مجال مخالفت نداشتند

ترجمہ: آں سرور ﷺ کی محبت اس درجہ غالب ہوگئی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو بھی میں اس واسطہ سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رب محمدؐ ہے۔ حاضرین میری اس بات سے حیرت میں رہ گئے لیکن انھیں مخالفت کی مجال نہیں تھی۔ (ص ۶۳)

اگر کوئی کہے کہ یہ سکریہ کلمات ہیں تو اس کی تصریح اسی جگہ خود امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے کردی ہے "اما سخن من اصالت دارد، او در عین سکر گفتہ، و من در ابتدائے صحو" یعنی

میری بات اصلیت رکھتی ہے۔انھوں نے وہ بات عین سکر میں کہی تھی اور میں نے (سکر سے نکلنے کے بعد) ابتدائے صحو (ہوش آنے کے شروع) میں کہی ہے۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے بجز ستار
(قصائد قاسمی ص نمبر ۶)

ایک مخفی حقیقت کا اظہار

آیئے اب ایک پوشیدہ حقیقت سے آگاہی حاصل کریں جس سے ثابت ہو گا کہ یہ لوگ جب اپنے اکابرین کی شان، مرتبہ اور کرامات بیان کرنے پر آتے ہیں تو نہ نص قطعی کا مطالبہ ہوتا ہے اور نہ فقہی دلائل کی ضرورت پیش آتی ہے، بلکہ ایسے ایسے مافوق الفطرت واقعات بیان کیے جاتے ہیں کہ عقل حیران ہو جائے مثلاً: غیب دانی، دلوں کے خطرات پر اطلاع، سیکڑوں میل کی مسافت سے مخفیات کا علم، ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ بارش کب ہو گی کل کیا پیش آئے گا، اپنے دائرہ تصرف سے مارنا، شفا دینا، بارش روک دینا، بارش برسانا، امداد و دستگیری کے لیے آن واحد میں اپنی اپنی قبروں سے نکل کر دور دور پہنچ جانا، تصور کرتے ہی سامنے موجود ہونا، تمام جہاں کا ایک نظر میں احاطہ کر لینا، مصیبت کے وقت غائب کو اپنی مدد کے لیے پکارنا گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دینا، یہ سمجھنا کہ بزرگ ہر وقت ہمارے دل کے احوال کی خبر رکھتے ہیں، یہ سمجھنا کہ تصور کرتے ہی بزرگ باخبر ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جس کو ان واقعات کی تفصیل جاننے کا شوق ہو، وہ ان کو دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کی تصنیف کردہ کتابوں مثلاً: سوانح قاسمی، تذکرۃ الرشید، ارواح ثلثہ، اشرف السوانح، حسن العزیز، انفاس قدسیہ، حکیم الامت، مبشرات دار العلوم، کراماتِ امدادیہ، قصص الاکابر، حیات ولی اور درس حیات وغیرہ میں پڑھ کر بیانات کی تصدیق کرے۔

قارئین غور فرمائیں یہ وہی تمام باتیں ہیں جن میں علمائے دیوبند صرف اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کرتے ہیں۔اور غیر اللہ یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں بھی اس طرح کے اعتقادات کو کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔ لیکن مقام حیرت کہ اب یہی خدائی منصب،

یہی کفر وشرک اور یہی توحید کے منافی اعتقادات علمائے دیوبند نے اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں جائز تسلیم کر لیے ہیں۔

اگر واقعی یہ صفات و کمالات خدا کے ساتھ مخصوص نہیں تھے ، اور کسی مخلوق میں انھیں تسلیم کرنا شرک نہیں تھا تو پھر انبیاء واولیاء کے حق میں شرک کا حکم کیوں صادر کیا گیا ؟اور اگر یہ صفات و کمالات صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص تھے اور کس مخلوق میں انھیں تسلیم کرنا قطعاً موجب شرک تھا تو اپنے گھر کے اکابرین کے حق میں کیوں انھیں جائز ٹھہرایا گیا ؟ جسے اپنا سمجھا گیا اس کے فضل و کمال کے اعتراف کے لیے اگر کوئی جگہ نہیں بھی تھی تو بنالی گئی !اور جسے بیگانہ سمجھا گیا اس کے کمالات و فضائل کے اظہار میں نہ صرف بخل کا مظاہرہ کیا گیا بلکہ ان کی عظمت اور فضیلت کے ثبوت کے لیے نص قطعی کا مطالبہ کیا گیا۔

حرف آخر

ہم نے دلائل و شواہد کے ساتھ اپنا مقدمہ پیش کر دیا ہے فیصلہ قارئین پر ہے ، مگر فیصلہ کرتے ہوئے اور تمام تر مسلکی عصبیت کو ترک کرتے ہوئے یہ بات ضرور یاد رہے کہ احترام نبوی ﷺ ایمان کی اصل ہے۔ اگر اس میں کہیں کوئی کمی آگئی اور موہم تحقیر عبارات (جن کو پڑھنے سے عام قاری کو تحقیر کا شائبہ اور وہم محسوس ہوتا ہو) کو صحیح اور غیر توہین آمیز سمجھا گیا۔ تو نص قرآنی کے مطابق تمام اعمال ضایع وبرباد ہو جائیں گے اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

علامہ محمد اقبال واقف اسرار کیا خوب فرماتے ہیں :

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ارمغان حجاز)

وما علینا الا البلاغ المبین

حواشی

(۱) ایک ہے "لزوم کفر" (کفر کا لازم ہونا) یعنی غلطی سے کلمہ کفر بولنا لہٰذا اس کلمہ کو کفریہ کہا جائے گا بولنے والے کو نہیں۔ دوسرا ہے "التزام کفر" (کفر کو اپنے اوپر لازم کرنا) یعنی کلمہ کفر بولنے والا معنی کفر سمجھنے کے باوجود اس پر اڑا رہے تو پھر اسے کافر کہا جائے گا۔ چنانچہ کفر کا فتویٰ اس صورت میں دیا جاتا ہے جب کہ یہ پتا چل جائے کہ کفریہ عبارت لکھنے والا اور کفریہ عبارت بولنے والا اس کے کفر پر مطلع ہوا اور باوجود مطلع ہونے کے اس پر اڑا رہا اور توبہ اور رجوع نہ کیا تب کہا جائے گا یہ عبارت گستاخانہ ہے اور اس کا کہنے والا کافر ہے۔ اور جب تک یقین نہ ہو جائے کہ صاحب عبارت اس کی قباحت اور مفاسد پر مطلع ہوا ابھی یا نہیں تو احتیاط یہ ہے کہ عبارت کو تو کفریہ کہا جائے گا مگر لکھنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا اور چونکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اعلیٰ حضرت کے زمانے سے پہلے فوت ہو چکے تھے لہٰذا اطمینان کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس لیے ازراہ احتیاط بمطابق مسلک متکلمین ان کو کافر نہ کہا کیوں کہ ان کا التزام کفر ثابت نہیں ہوا تھا باقی رہا عبارت کے گستاخانہ ہونے کا معاملہ تو اعلیٰ حضرت ان عبارات کو کفریہ کہتے تھے۔

(۲) جن علماء دیوبند کی تکفیر کی گئی وہ اعلیٰ حضرت کے ہم عصر تھے اور جب اعلیٰ حضرت ان کی گستاخانہ عبارات پر مطلع ہوئے تو ہر طریقہ سے ان علماء کو توبہ کی ترغیب دلائی اور تنبیہ کے خطوط بذریعہ رجسٹری ان کو بھیجے۔ مگر جب ان لوگوں کی محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے توبہ استغفار اور رجوع ناممکن نظر آیا تو پھر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ اور یہ ان لوگوں کے التزام کفر کی وجہ سے لازم تھا۔

(۳) نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت بالذات ہے اور دوسرے انبیاء کی بالعرض اب اگر نانوتوی صاحب کے عقیدے کو درست تسلیم کیا جائے کہ جب تک بالذات فضیلت نہ ہو اس کو مقام مدح (فضیلت) میں

نہیں لا سکتے۔ تو دیکھیے قرآن وحدیث میں انبیاء علیھم السلام کی نبوت ورسالت کا بیان ان کی مدح میں وارد ہوا ہے اب چونکہ نانوتوی صاحب کے نزدیک کسی بھی نبی کی نبوت اور رسالت سوائے حضور نبی کریم ﷺ کے بالذات نہیں بلکہ بالعرض ہے تو پھر مدح کیسی، نبوت کی وجہ فضیلت کیسی عیاذاً باللہ۔

(۴) دراصل نانوتوی صاحب کی بالذات نبوت اور بالعرض نبوت کی تفریق ہی غلط ہے اور دوسرے انبیاء کی توہین ہے۔ بلکہ تمام انبیاء کی نبوت حقیقی ہے یہ بات بھی صحیح ہے کہ تمام کائنات کو جو فیض ملا وہ حضور نبی کریم ﷺ ہی کے طفیل ملا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیھم السلام کو نبوت بھی حضور ہی کے وسیلے سے ملی لیکن اس کے باوجود ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر نبی اپنے وصف میں کامل ہے اور ہر نبی کی نبوت محض عرضی و مجازی نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیھم السلام حقیقتاً نبی ہیں چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیھم السلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ ٥

ترجمہ : بیشک ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی تھی (سورۃ النساء نمبر ۱۶۴)

(۵) مولانا عبدالسمیع صاحب نے اس کی وضاحت اسی صفحہ پر کردی ہے کہ روح انبیاء علیھم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر جو ہم نے بیان کیا ہے یہ تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو لیکن باوجود علیین میں آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے۔ آپ ہر زائر کو جانتے ہیں کہ کون زیارت کو آیا سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں قبر میں جسم مبارک زندہ ہے۔ (ص نمبر ۵۶)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "تمام فضا حضور نبی کریم ﷺ کی روح سے لبریز ہے اور روح اقدس اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے (فیوض الحرمین مشہد نمبر ۷ ص نمبر ۸۳)

(۷) حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں "رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولود میں

حضور نبی کریم ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیوں کہ یہ امر ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپؐ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے۔ یہ حاجی صاحب تینوں بڑے اکابرین دیوبند اور چھوٹوں کے پیران پیر ہیں۔

(ہفت مسئلہ مندرجہ کلیات امدادیہ نمبر ۸۹)

(۸) مولوی خلیل احمد سہارنپوری کس بے باکی سے حضور نبی کریم ﷺ کے علم کی نفی فرما رہے ہیں اور حدیث کو اس کے ثبوت میں بیان کر رہے ہیں کہ دیکھو خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں "واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم" ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ "خدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا، کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا"۔

مقام حیرت ہے کہ یہ حدیث تو مولوی صاحب کے پیش نظر رہی لیکن انھیں وہ واضح آیات نظر نہ آئیں جن کے اندر واضح طور پر موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور ان کے صحابہ کرامؓ، تابعین اور اولیاء اللہؒ کے ساتھ کیا کیا جائے گا مثلاً۔

وللاٰخرة خیر لك من الاولیٰ ٥

ترجمہ: ہر آنے والی گھڑی و ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے۔ (سورۃ الضحیٰ نمبر ۴)

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ٥

ترجمہ: آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (سورۃ الضحیٰ نمبر ۵)

عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا ٥

ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔(سورہ بنی اسرائیل نمبر۷۹)

یہ وہ مقامات ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کو عطا کیے جائیں گے۔ آپ کا مقام تو بہت بلند ہے مگر وہ مہاجر اور انصار جو آپؐ کے غلام بن گئے اور وہ لوگ جو ان کے نقشِ قدم پر چلے (تابعین) ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا فرمایا گیا:

والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا ٥

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۱۰۰)

اور جو اولیاء امت بنیں گے ان کے لیے فرمایا:

الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون٥

ترجمہ: یاد رکھو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(سورۃ یونس، آیت نمبر ۶۲)

لیکن مولوی حدیث سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو نہ اپنا انجام معلوم تھا نہ امت کا۔ ان سب آیات کو چھوڑ کر سب دلائل نظر انداز کر کے سید المرسلین کے علم میں تنقیص پیدا کرنے کے لیے وہی روایت تلاش کر لائے جس کا نہ یہ مقصد تھا نہ معنی۔ کیوں کہ حدیث میں لفظ "ادری" استعمال ہوا ہے جو کہ "درایت" سے ہے اور درایت کے معنی ہیں "غور و فکر، ظن و تخمین اور عقل و قیاس سے کسی بات کو معلوم کر لینا۔ لہذا جب آپؐ نے فرمایا کہ "لاادری مایفعل بی" یعنی میں اپنے طور پر نہیں جانتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فیصلہ فرمادیا ہے کہ "عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا

، یہ وہ مقام شفاعت ہے جو کسی نبی رسول کو عطا نہیں ہوا۔ مگر ان تمام مقامات و درجات کو نظر انداز کر کے ایک ایسی روایت علم کی نفی کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں جس کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے، اگر وہ مفہوم لیا جائے تو تمام مذکورہ بالا آیات کی نفی ہو گی۔

اب مزید غور فرمایئے تو اسی مضمون کی آیت قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ:

ما ادری مایفعل بی ولا بکم ٥

(سورہ الاحقاف نمبر ۹)

لیکن اس کے ساتھ ہی موجود ہے: ان اتبع الا مایوحی الی یعنی میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرما دی کہ کہہ دو کہ میں تو صرف اللہ کی وحی کی پیروی کرتا ہوں یعنی ما ادری سے درایت یعنی ظن و تخمین و قیاس آرائی اور عقلی استدلال کی نفی اور مایوحی الی سے علم خداداد کا ثبوت۔ تو مقصد یہ ہوا کہ میں اپنے طور پر اپنے قیاس و گمان سے تخیلات اور تخمینوں سے فیصلہ نہیں کرتا بلکہ میرا علم براہ راست اللہ سے حاصل کردہ ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ سے حاصل کردہ ہو وہ قطعی ہوا۔ جب کہ عام انسانوں کا علم حواس خمسہ غور و فکر اور عقل و قیاس سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ فرق ہے نبی کے اور عام لوگوں کے علوم میں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ میرا علم ظنی اور تخمینی نہیں ہے بلکہ میرا علم وحی کے ذریعہ حاصل کردہ ہے جو قطعی اور حتمی ہے اس میں شک کا شائبہ بھی نہیں۔ مگر مولوی خلیل احمد نے حضور نبی کریم ﷺ کے اس علم قطعی کو ماننے کے بجائے سرے سے اس کی نفی ہی کر ڈالی اور سید الانبیاء کو اپنے خاتمہ اور انجام سے بے خبر ثابت کر کے دکھایا۔ اللہ کی پناہ۔

(۹) علمی خیانت کی شاندار مثال ہے حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ جلد اول ص نمبر ۷ پر اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں "این سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است" اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ نیز ملا

علی قاریؒ "موضوعات کبیر" میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں "قال العسقلانی لا اصل لہ۔ یعنی اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ مقام حیرت ہے جس نے یہ روایت نقل کی ہے وہ اگر ساتھ ہی یہ لکھے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا حوالہ دے دینا اور روایت پر جرح نقل نہ کرنا عجب علمی تحقیق ہے۔ مگر کیا کیجئے مقام رسالت میں تنقیص جو کرنا ہے اس کے لیے چاہے ضعیف اور موضوع روایات ہی کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے، مگر دوسری طرف جب فضیلت نبوی کا معاملہ آئے تو اس میں نص قطعی کا مطالبہ ہو۔ چہ مسلمانی است۔

(۱۰) سانگ ہندی لفظ ہے بمعنی ڈرامہ۔ کنہیا کرشن دیوتا کا لقب ہے جس کا جنم دن ہندو ہر سال مناتے ہیں جس کو جنم اشٹمی کہا جاتا ہے اس دن ان واقعات کا ڈرامہ اسٹیج پر کیا جاتا ہے جن میں کرشن کنہیا پیدا ہوئے۔ مولوی رشید احمد کی ہمت دیکھیے کہ واقعات ولادت نبوی کو کبھی سانگ کنہیا سے ملاتے ہیں کبھی رافضیوں سے یہیں سے بدنیتی ان کی ظاہر ہے کہاں وہ محفل میلاد جس میں سیرت کی کتابوں سے واقعات ولادت بیان کیے جاتے ہیں اور بطور تبرک محفل منعقد کی جاتی ہے اور کہاں کرشن کنہیا کی ولادت کا فرضی ڈرامہ مولوی کی جرأت تو دیکھو۔

(۱۱) مولوی صاحب ثابت یہ کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دنیاوی تمام علوم حاصل نہیں تھے۔ چاہے آپؐ پریشان رہیں یا فکر مند پھر بھی حقیقت سے لاعلم ہی رہتے تھے جب تک وحی نازل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی پورا ایک ماہ آپؐ کو پریشان اور فکر مند دیکھتا رہا پھر حالت پر رحم کر کے واقعے کی اصلیت سے آگاہ کیا اگر وحی نازل نہ ہوتی تو آپؐ ہمیشہ اس واقعے کی اصلیت سے لاعلم رہتے یہ اس نبی کے بارے میں کہا جا رہا ہے جس کا فرمان ہے۔ "میں نے جان لیا جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے"۔ کیا مولوی صاحب کا عقیدہ منافقین سے مشابہ نہیں ہے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کے علم کی وسعت سے انکاری تھے اور کہتے تھے کہ "آپؐ کو کیا معلوم کہ اونٹ کس جگہ ہے"۔ مولوی صاحب کی اس تحقیق پر عیسائی اگر یہ کہیں کہ ہمارا نبی تمہارے نبی سے افضل تھا

کیوں کہ تمہارے قرآن میں ارشاد ہے کہ ،وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم (ال عمران نمبر ۴۹) میں تمھیں بتادیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر آتے ہو)۔ جب کہ تمہارا نبی باوجود غور و فکر اور پریشان ہونے کے واقعات سے لاعلم رہتا تھا۔ تو ان کو کیا جواب دیں گے۔

(۱۲) مشہور دیوبندی مناظر مولوی محمد منظور نعمانی بھی لفظ ”ایسا“ کے معنی ”اتنا“ ہی مراد لیتے ہیں۔ دیکھیے ان کا مطبوعہ مناظرہ بریلی بعنوان ”فتح بریلی کا دلکش نظارہ“ ص ۶۷ اس تشریح پر کتاب کے دیوبندی عقائد کے حامل مرتب کا توضیحی نوٹ ہے کہ ”یہاں لفظ ”اتنا“ تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ مقدار کے لیے ہے“۔ اس تشریح سے مولوی حسین احمد مدنی کی تحقیق کے مطابق عبارت حفظ الایمان کفریہ ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

"کتابیات"

(۱) حسام الحرمین معہ تمہید ایمان : اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ : شائع کردہ مکتبہ نبویہ لاہور : سنہ اشاعت ۱۹۸۹ء۔

(۲) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب : مولوی حسین احمد مدنی : انجمن ارشاد المسلمین لاہور : سن طباعت ۱۹۷۹ء۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ (مبوب بطرزِ جدید) : مولوی رشید احمد گنگوہی : مکتبہ رحمانیہ لاہور :

(۴) براہین قاطعہ : مولوی خلیل احمد سہارنپوری : دار الاشاعت کراچی : سنہ اشاعت ۱۹۸۷ء۔

(۵) کلیاتِ امدادیہ : حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ : دار الاشاعت کراچی : سنہ اشاعت ۱۹۷۶ء۔

(۶) المہند علی المفند : مولوی خلیل احمد سہارنپوری : ادارہ اسلامیات لاہور : سن طباعت ۱۹۸۴ء۔

(۷) رسائل چاندپوری جلد اوّل : مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری : انجمن ارشاد المسلمین لاہور : سنہ طباعت ۱۹۷۸ء۔

(۸) تحذیر الناس : مولوی محمد قاسم نانوتوی : مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ : سنہ طباعت ۱۹۸۴ء۔

(۹) حفظ الایمان (معنوی، محشیٰ اور تسہیل شدہ) : مولوی اشرف علی تھانوی : انجمن ارشاد المسلمین لاہور : سنہ طباعت ۱۹۸۰ء۔

(۱۰) حفظ الایمان : مولوی اشرف علی تھانوی کتب خانہ مجیدیہ، ملتان شہر :

(۱۱) ثبوت حاضر ہیں : محمد متین خالد : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان : سنہ اشاعت ۱۹۹۷ء۔

(۱۲) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ : پروفیسر محمد الیاس برنی : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۵ء۔

(۱۳) مفردات القرآن : امام راغب اصفہانی : مترجمہ مولانا محمد عبدہ فیروزپوری : ناشر شیخ شمس الحق لاہور۔ سن اشاعت ۱۹۸۷ء۔

AL-MISDAQ
HYDERABAD

سلسلۂ کتب
المصداق
حیدرآباد

زیر اہتمام :- مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حیدر آباد، سندھ

اغراض و مقاصد

☆ امام اہل سنت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی و دینی خدمات پر تحقیق

☆ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی روشنی میں تبلیغ اسلام و عقائد حقہ کی اشاعت

☆ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نیز دیگر علمائے اہل سنت کی غیر مطبوعہ اور کم یاب کتب کی معیاری اشاعت و تقسیم

اہل اسلام سے اپیل

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے تعاون کیجیے اور جہالت و بد عقیدگی کے خلاف قلمی جہاد میں حصہ لیجیے